ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ
5
مئی 2002ء

ریفرنڈم کے بعد........؟

رسُولُ اللہ ﷺ پر درُود و سَلام

دریا سے اُٹھی لیکن، ساحل سے نہ ٹکرائی

مُلا محمد عمر مجاہد
کا تازہ ترین انٹرویو

امیر المومنین سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مری میں سیدہ مریم علیہا السلام کی قبروں کا شوشہ

اکابر اسلام اور قادیانیت

اخبار الاحرار

ڈسٹری بیوٹر: معاویہ ٹریڈرز جامع مسجد روڈ، چیچہ وطنی فون: 610953

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

Regd: M. No.32

جلد ۱۳	شمارہ ۵	قیمت ۱۵ روپے

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

مئی 2002ء

بانی

ابن امیر شریعت، خطیب بنی ہاشم، محسن احرار

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زر تعاون سالانہ

اندرون ملک 150۔ روپے

بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ : دار بنی ہاشم ، مہربان کالونی ملتان 061.511961

تحریک تحفظ ختم نبوۃ مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر سید کفیل بخاری ۔ طابع: تشکیل احمد اختر ۔ مطبع تشکیل نو پرنٹرز ۔ مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

طباعت باہتمام: الکتاب گرافکس پل شوالہ ملتان Ph:061-584604

تشکیل

دل کی بات:	ریفرنڈم کے بعد........؟	مدیر	3
دین ودانش:	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام	مولانا احمد سعید دہلویؒ	5
// // :	اسلام میں پردے کے احکام	مولانا زاہد الراشدی	11
// // :	مرد اور عورت کی نماز میں فرق (قسط اوّل)	مولانا ابوریحان سیالکوٹی	15
افکار:	کشمیر میں حضرت عیسیٰ اور مری میں سیدہ مریم علیہما السلام کی قبروں کا شوشہ	مولانا مجاہد الحسینی	21
// // :	دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی	24
شخصیت:	امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ	محمد الیاس میراں پوری	32
انٹرویو:	امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کا انٹرویو	محسن اقبال	38
ردقادیانیت:	اکابر اسلام اور قادیانیت (قسط نمبر 3)	پروفیسر خالد شبیر احمد	45
طنز ومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	عینک فریمی	53
شاعری:	روشنی (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی) نالۂ نیم شب (سید کاشف گیلانی)	سائیں اللہ دتہ بھیروی	55
// //	ماں جی کے بعد (پروفیسر محمد اکرام تائب) پنجابی نظم (سائیں اللہ دتہ بھیروی)	//	//
اخبار الاحرار:	رہنمایانِ احرار کی تبلیغی وتنظیمی سرگرمیاں	ادارہ	58
حسن انتقاد:	تبصرہ کتب	ادارہ	62
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

ریفرنڈم کے بعد..........؟

۳۰ راپریل کو ریفرنڈم ہو گیا، جنرل پرویز مزید پانچ سال کیلئے پاکستان کے صدر بن گئے۔ جنرل صاحب نے جلسے کئے اور اُن میں اُسی قسم کی تقاریر کیں جیسی حکمران کیا کرتے ہیں۔ خوشنما دعووں کے سبز باغ اور ملک کے روشن مستقبل کے سہانے خواب عوام کو دکھائے گئے۔ کہا گیا کہ..........

ملک آپ کا.......!

مستقبل آپ کا..........!

رائے آپ کی..........!

حکومت آپ کی.......!

فیصلہ بھی آپ کا.......!

جبکہ عوام ان نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اور اب ملک، مستقبل، رائے، حکومت اور فیصلہ سب امریکہ کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

جنرل پرویز مشرف روز اوّل سے دینی حلقوں کے بارے میں ایک بات مسلسل فرما رہے ہیں کہ یہ دو فیصد ہیں۔ اسی لئے انہوں نے طے شدہ فیصلے کے مطابق اٹھانوے فیصد ووٹ حاصل کر کے اپنے تئیں کرسی صدارت پکی کر لی ہے۔ اور ثابت کر دیا کہ دینی جماعتیں اور اُن کے حامی لوگ صرف اور صرف دو فیصد ہیں۔ ''ریفرنڈم ڈرامہ'' میں کیا ہوا؟ کس کس حکومتی ادارے نے کیا کردار ادا کیا؟ بیلٹ بکس کس طرح بھرے گئے؟ انتخابی عملہ سے اٹھانوے فیصد نتیجہ کیسے تیار کروایا گیا؟ اُوپر سے مطلوبہ نتیجہ حاصل کرنے کیلئے کس کس افسر کو فیکس احکام موصول ہوتے رہے؟ پولنگ سٹیشنوں پر عوام کا کتنا رش تھا؟ دیکھنے کو انسان نظر نہیں آتا تھا۔ مگر بکس ووٹوں سے بھر دیئے گئے۔ بعض جگہ تو بکس بھرنے کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا۔ یہ تمام معاملات زبان زد عام ہیں۔ انتظامیہ، انتخابی عملہ اور عوام ہنس رہے تھے، حتیٰ کہ شیطان بھی حیران، پریشان اور دم بخود تھا کہ یہ کارنامہ تو وہ بھی انجام نہ دے سکا۔ یہ اکیسویں صدی کا سب سے بڑا جھوٹ تھا۔

ریفرنڈم تو ہو گیا، جنرل پرویز مزید پانچ سال کیلئے صدر بن گئے۔ اب کیا ہوگا؟ ہمارے خیال میں امریکی ایجنڈا (نیو ورلڈ آرڈر) تیزی رفتاری کے ساتھ مکمل ہو رہا ہے۔ دینی قوتوں کو مزید کمزور اور منتشر کر کے انہیں ختم کرنے کا باقی کام مکمل کیا جائے گا، سیاسی قوتوں میں بھی انتشار پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑایا جائے گا، پاکستان کو بہر صورت ایک سیکولر سٹیٹ کی حیثیت دی جائے گی۔ فرد واحد متفقہ آئین میں امریکہ پسند تبدیلیاں کرے گا، قادیانیوں کو شریک اقتدار کیا جائے گا، قانون توہین رسالت، قانون

امتناع قادیانیت اور ۱۹۷۴ء کی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی متفقہ آئینی ترمیم کو اوّل تو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی ۔ وگرنہ کم از کم ان متفقہ آئینی دفعات کو غیر مؤثر کر دیا جائے گا۔ قادیانیوں نے ایسی ہی یقین دہانیوں کے عوض ریفرنڈم میں جنرل پرویز کی ''ہاں میں ہاں'' ملائی اور چناب نگر میں ۲۸ ہزار ووٹ ''ہاں'' کے خانہ میں ڈالا گیا۔ ابتدائی طور پر حکومت نے جو اقدام کیا ہے، وہ یہ ہے کہ...... ووٹر لسٹ میں سے مذہب کا خانہ اور حلف نامہ ختم کر دیا تا کہ مسلم و غیر مسلم کی تمیز ختم کر کے مخلوط طریقہ انتخاب رائج کیا جا سکے اور ملک میں آئندہ ہونے والے عام انتخابات بھی مخلوط ہوں اور اس میں قادیانیوں کو بھرپور طریقے سے فائدہ پہنچایا جا سکے۔ قادیانی، مسلمان بن کر انتخاب میں حصہ لیں گے اور مسلمانوں کے ووٹوں سے اسمبلیوں میں پہنچائے جائیں گے۔ مخلوط انتخاب سے صرف اور صرف قادیانیوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ہمارے علم کے مطابق اس وقت قادیانی گروہ پاکستان میں سب سے مضبوط امریکی و برطانوی ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ایف بی آئی کو دینی جماعتوں کی سرگرمیوں اور اُن کے کارکنوں کی فہرستیں قادیانی ہی فراہم کر رہے ہیں اور جو پاکستانی باقاعدہ ملازم کی حیثیت سے تنخواہ پر کام کر رہے ہیں، وہ صرف قادیانی ہیں۔

اس وقت سیکولر سیاسی جماعتوں کا اتحاد ''اے آر ڈی'' کے عنوان سے اور چھ دینی، سیاسی جماعتوں کا اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' کے عنوان سے حکومت کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ اے آر ڈی کیا لائحہ عمل طے کرتی ہے؟ یہ اُن کا معاملہ ہے، لیکن متحدہ مجلس عمل کے رہنماؤں کو ہر صورت میں جلد از جلد مستقل لائحہ عمل طے کر لینا چاہیے۔ مجلس احرار اسلام چونکہ انتخابی سیاست میں شریک نہیں، اس لئے متحدہ مجلس عمل کا بھی حصہ نہیں۔ لیکن ہم انہیں اپنا قریب ترین حلیف سمجھتے ہوئے مشورہ دیں گے کہ پاکستان کی تمام دینی قوتوں کا کسی نہ کسی رنگ میں ایک اسٹیج پر ہونا از بس ضروری ہے۔ وہ غیر انتخابی دینی جماعتوں کو بھی ساتھ لے کر چلیں اور متحدہ مجلس عمل میں وسعت پیدا کریں۔

صدر جنرل پرویز کا اپنا کوئی پروگرام نہیں، وہ ''امریکی روبوٹ'' کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ سرحد، بلوچستان براہِ راست امریکی نگرانی میں ہیں، سٹیلائٹ کے ذریعے ان صوبوں کو مکمل طور پر مانیٹر کیا جا رہا ہے۔ اسی لئے محب وطن افواج پاکستان کو وہاں سے واپس بلا لیا گیا ہے۔ پنجاب میں عنقریب بڑے شہروں کو سٹیلائٹ نظام سے ملانے کی امریکی تجاویز اخبارات میں آ رہی ہیں اور یہی حال سندھ کا ہو گا۔ اور پھر...... بقول اکبرؔ الٰہ آبادی

بتاؤں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہو گا پلاؤ کھائیں گے احباب، فاتحہ ہو گا

ملک آپ کا......... !

مستقبل آپ کا.......... !

رائے آپ کی........ !

حکومت آپ کی......... !

فیصلہ بھی آپ کا.......... !

بقیہ صفحہ نمبر ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں!

مولانا احمد سعید دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام

درود شریف پڑھنے والوں پر رحمت الٰہی کی بارش

ان اللہ و ملـئـکته یصلون علی النبی یاایها الذین امنو ا صلوا علیه وسلمو تسلیما اللهم صل علی محمد و علی ال محمد وبارک وسلم

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام بھیجنا ایک ایسا مقبول ومحبوب فعل ہے کہ جس کے اجر وثواب کو بکثرت احادیث میں ذکر کیا گیا ہے۔ درود شریف کے تمام فضائل وکمالات کا احصاء تو ناممکن ہے، لیکن ہم نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ان تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں درود بھیجنے والے کے لیے اجر اور اس کی فضیلت مذکور ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ کتب احادیث میں اب کوئی حدیث اس مضمون کی باقی ہی نہیں ہے، لیکن جہاں تک ہماری امکانی قوت کو دخل ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تلاش وجستجو میں کوئی کمی نہیں کی اور اس امر کی پوری کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو، ہم اپنے ناظرین تک ایک ایسی جامع اور مکمل چیز پیش کرسکیں جس کا دوسری جگہ ملنا مشکل ہو۔ اگر باوجود ہماری اس سعی کے بھی کوئی حدیث مخفی رہ گئی ہو اور کسی صاحب کو اس پر اطلاع ہو تو وہ ہمیں مطلع کردیں تاکہ اس بیش قیمت اور بیش بہا مجموعہ میں اس کا اندراج کردیا جائے۔

ہم نے تطویل کے خوف سے عربی عبارت اور اسناد کو حذف کردیا ہے اور صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔ نیز ناظرین کی سہولت کے لیے ہر حدیث کو نمبروار درج کیا گیا ہے۔ اس محنت وجانفشانی سے ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ لوگوں کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا شوق ہو اور ہم کو بھی بفحوائے الدال علی الخیر کفاعله...... اجر وثواب سے کچھ حصہ مل جائے، جس کا ہر مسلمان ضرورت مند ہے۔ وما تو فیقی الا باللہ.

فضائل کی تفصیل: (۱) جو شخص درود شریف پڑھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فعل میں موافقت کرتا ہے کیونکہ یہ وہ فعل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ ان اللہ و ملـئـکته یصلون علی النبی (اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے درود اور اللہ تعالیٰ کے درود میں بڑا فرق ہے، لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشتراک عمل ضرور ہے۔

(۲) فرشتوں کے ساتھ موافقت، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے، اسی طرح اس کے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں، تو جو مسلمان درود بھیجتا ہے وہ ملائکہ سے بھی موافقت کرتا ہے۔ ہمارے اور ملائکہ کے فعل میں فرق سہی، لیکن یہاں بھی موافقت واشتراکِ عمل ضرور ہے۔ (۳) جو مسلمان رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجتے ہیں۔ (۴) جو مسلمان ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ (۵) جو شخص ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ (۶) درود پڑھنے والا دوزخ اور نفاق سے بری کر دیا جاتا ہے۔ (گویا نفاق بھی جہنمی ہونے کی علامت ہے) (۷) درود کا پڑھنے والا جنت میں شہداء کے قریب آباد کیا جائے گا، یعنی شہداء کے مکان کے متصل ہی اس کا مکان بنایا جائے گا۔ (۸) جس دعا کی ابتدا اور انتہا میں درود ہوگا، وہ دعا یقیناً قبول ہوگی۔ (۹) درود پڑھنے والا قیامت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا مستحق ہے۔ (۱۰) درود پڑھنے والے کو مرنے سے پہلے جنت کی بشارت دے دی جاتی ہے۔ (۱۱) جو شخص سو مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ (۱۲) درود پڑھنے والوں سے فرشتے محبت کرتے ہیں اور اس کی اعانت و امداد کرتے ہیں۔ (۱۳) درود پڑھنے والے جنت میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ اس طرح داخل ہوں گے کہ حضور ﷺ کے کندھے مبارک سے درود پڑھنے والوں کے کندھے ملے ہوئے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ انتہائی قرب و معیت ہوگی۔ (۱۴) درود پڑھنے والا جب مر جائے تو درود اس میت کے لیے استغفار کرتا ہے۔ (۱۵) ایک درود قیامت میں کوہ احد کے برابر وزنی کر دیا جائے گا تاکہ میزان میں وزن بڑھایا جا سکے۔ (۱۶) درود پڑھنے والوں کے لیے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو درود کو رسول خدا ﷺ کی قبر مبارک پر پیش کرتا ہے۔ (۱۷) درود پڑھنے والے کو بھرپور ثواب دیا جاتا ہے۔ (۱۸) درود پڑھنے والے کے گناہ روز بروز مٹتے جاتے ہیں۔ (۱۹) درود شریف کا ثواب غلام آزاد کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ (۲۰) ایک دفعہ درود پڑھنے سے اسی (۸۰) برس کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۲۱) درود پڑھنے والے کا گناہ تین دن تک کراماً کاتبین نہیں لکھتے، اور اس کی توبہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ توبہ نہ کرے تو تین دن کے بعد گناہ لکھا جاتا ہے۔ (۲۲) درود پڑھنے والا قیامت کے ہولناک منظر سے محفوظ رہتا ہے۔ (۲۳) درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت چاروں طرف سے ڈھانک لیتی ہے۔ (۲۴) درود پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے غصہ سے مامون ہو جاتا ہے۔ (۲۵) درود پڑھنے والے کو قیامت میں عرش الٰہی کا سایہ میسر ہوگا۔ (۲۶) درود پڑھنے والا دوزخ سے محفوظ رہے گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑا قیامت میں بہت وزنی ہوگا۔ (۲۷) درود پڑھنے والوں کو میدان محشر میں پیاس کی تکلیف نہیں ہوگی۔ (۲۸) درود پڑھنے والے دوزخ کے پل پر ثابت قدم رہیں گے اور صراط کو عبور کرنے میں ان کے پاؤں نہیں

ڈگمگائیں گے۔ (۲۹) ہزار بار درود پڑھنے والا مرنے سے پیشتر اپنی جگہ اور اپنا مقام جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ (۳۰) درود پڑھنے والے کو جنت میں بہت سی بیویاں عطا کی جائیں گی۔ (۳۱) درود پڑھنے والے کو اتنا ثواب ملتا ہے جیسے کسی نے بیس دفعہ جہاد کیا ہو۔ (۳۲) درود پڑھنے والے کو صدقہ کا اجر ملتا ہے۔ (۳۳) سو مرتبہ درود پڑھنے والے کو ایک لاکھ نیکیاں دی جاتی ہیں اور اس کے ایک لاکھ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (۳۴) جو شخص روزمرہ سو مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اس کی سو حاجتیں پوری کر دی جاتی ہیں، جن میں سے تیس دنیا کی اور ستر آخرت کی ہوتی ہیں۔ (۳۵) ہر دن میں سو بار درود پڑھنا ایسا ہے جیسے رات دن عبادت کرنا۔ (۳۶) درود شریف کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال سے بہتر ہے۔ (۳۷) درود جس مجلس میں پڑھا جائے، اس مجلس کی زینت ہے اور قیامت میں چمکتا ہوا نور ہے۔ (۳۸) درود شریف پڑھنے سے محتاجی اور تنگ دستی دور ہو جاتی ہے۔ (۳۹) درود شریف کا پڑھنے والا سرکار دو عالم ﷺ سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ (۴۰) درود پڑھنے کی برکت کا اثر درود پڑھنے والے کی اولاد تک میں ہوتا ہے۔ (۴۱) بکثرت درود پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے) (۴۲) جو شخص پچاس مرتبہ روز درود پڑھتا ہے، اسے قیامت میں رسول اللہ ﷺ کے مصافحہ کا شرف حاصل ہوگا۔ (۴۳) جو شخص درود شریف بکثرت پڑھتا رہتا ہے، اس سے اگر بعض فرائض میں بھی کوتاہی ہو جائے تو باز پرس نہ ہوگی۔ (۴۴) درود پڑھنے والے کے دل سے زنگ دور ہو جاتا ہے۔ (۴۵) جس دعا کے ساتھ درود بھی شامل ہو، وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے اور اسے کوئی مانع نہیں روک سکتا۔ (۴۶) جو شخص صبح و شام دس دس مرتبہ درود پڑھ لیا کرتا ہے، وہ آقائے دو جہاں ﷺ کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۴۷) جس شخص نے شوق و محبت کے ساتھ دن میں تیس بار اور رات میں تیس بار درود شریف پڑھا تو اس دن اور رات کے گناہ معاف کر دیے گئے۔ (۴۸) جو شخص گھر میں داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کرے اور اس کے بعد درود شریف پڑھے تو اس گھر سے معاش کی تنگی دور ہو جاتی ہے۔ (۴۹) اگر کوئی بات بھول جائے تو درود شریف پڑھنے سے یاد آ جاتی ہے۔ (۵۰) درود پڑھنے والے سے مرض نسیان دور ہو جاتا ہے۔ (۵۱) جس کے پاس خرچ کرنے کو نہ ہو اور وہ درود شریف پڑھ لے تو اس کو صدقہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ (۵۲) درود بھیجنے والے کو حضور ﷺ خود جواب دیتے ہیں اور یہ شخص نبی ﷺ کے جواب کی شرافت کا فخر حاصل کرتا ہے (۵۳) جو شخص درود پڑھتا ہے تو اس کا نام ایک فرشتہ اس کے باپ دادا کے نام کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا ہے، یعنی فرشتہ عرض کرتا ہے یا رسول اللہ ﷺ! فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں درود کا تحفہ پیش کیا ہے۔ (۵۴) درود پڑھنے والا اس لعنت سے محفوظ رہتا ہے جس کی دعا جبرائیل علیہ السلام نے کی ہے اور حضور ﷺ نے اس پر آمین فرمائی ہے۔

یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے، پورا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ منبر پر تشریف لائے اور پہلی سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا آمین، پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا آمین اور اسی طرح تیسری سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا آمین۔ جب صحابہؓ نے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا، جس نے دونوں بوڑھے ماں باپ کو پایا یا دونوں میں سے ایک ہی کی دولت نصیب ہوئی اور پھر اس نے جنت حاصل نہ کی، تو یہ بدنصیب اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ میں نے کہا آمین۔ دوسری سیڑھی پر قدم رکھتے وقت انہوں نے کہا، جس شخص نے رمضان المبارک جیسا مکرم مہینہ پایا اور اس مہینہ کی برکت سے جنت حاصل نہ کی، تو یہ بدقسمت اللہ کی رحمت سے دور ہو میں نے کہا آمین۔ اور تیسری سیڑھی پر انہوں نے کہا کہ جس شخص نے آپ کا نام مبارک سن کر درود نہ پڑھا تو وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ میں نے کہا آمین۔ (۵۵) درود پڑھنے والے کو قیامت میں جنت کا راستہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی، یعنی جنت میں نہایت آسانی کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے۔ (۵۶) حضور ﷺ پر جفا کرنے کے جرم سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، جس نے میرا نام سن کر درود نہ پڑھا، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (۵۷) درود پڑھنے والا اللہ اور اس کے رسول کی لعنت سے محفوظ رہتا ہے۔ (۵۸) درود پڑھنے والا بخیل کہلانے سے محفوظ رہتا ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، جو مجھ پر درود نہیں پڑھتا، وہ بخیل ہے۔ (۵۹) درود پڑھنے والے سے سرکار دو عالم ﷺ کو محبت ہو جاتی ہے۔ (۶۰) درود پڑھنے والے کو ایمان و ہدایت کی دولت سے نوازا جاتا ہے، اس کا دل زندہ کر دیا جاتا ہے اور گمراہی و فسق سے محفوظ رہتا ہے۔ (۶۱) درود خواں کی محبت آسمان و زمین کے رہنے والوں کے دل میں ڈال دی جاتی ہے۔ (۶۲) درود پڑھنے والے کی عمر میں، مال میں، ایمان میں اور اہل و عیال میں برکت ہوتی ہے۔ (۶۳) درود کی کثرت سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت دل میں زیادہ ہوتی ہے۔ (۶۴) امت پر سرکار دو عالم ﷺ کا بہت بڑا حق ہے۔ یہ حق درود ہی پڑھنے سے ادا ہو سکتا ہے۔ (۶۵) درود پڑھنے والے کو اللہ کے ذکر کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ (۶۶) درود پڑھنے والے کا لقب کثیر الذکر رکھا جاتا ہے۔ (۶۷) بکثرت درود پڑھنے والے کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا ہے اور عالم برزخ میں سرکار کی صحبت اور آپ کا قرب میسر ہوتا ہے۔ (۶۸) درود شریف پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی محبت کی دلیل ہے۔ انتہائی تتبع اور تلاش سے ہم ۶۸ احادیث جمع کر سکے ہیں۔ ناظرین سے ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ جس شخص کو درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا ہو، وہ ان روایتوں کے جمع کرنے والے کو ضرور دعا میں یاد رکھے۔

کہاں کہاں درود شریف پڑھنا مستحب ہے: (۱) حالت تشہد میں التحیات پڑھنے کے بعد۔ (۲) جنازے کی نماز میں دوسری تکبیر کے بعد۔ (۳) جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں۔ (۴) اذان کے بعد۔ (۵) تکبیر

کے وقت (یعنی جب جماعت کے لیے تکبیر کہی جائے) (۶) جب کوئی دعا مانگے تو اس کے اول و آخر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ (۷) مسجد میں داخل ہوتے وقت۔ (۸) مسجد سے نکلتے وقت (۹) صفا اور مروہ پر۔ (یہ دو پہاڑیوں کا نام ہے، جن کے درمیان حاجی سعی کرتے ہیں) (۱۰) جب کسی محفل میں لوگ جمع ہوں۔ اگر مجلس میں مسلمان جمع ہوں اور بدون درود پڑھے، مجلس کو برخاست کر دیں تو اس مجلس میں برکت نہیں ہوتی۔ (۱۱) رسول اللہ ﷺ کا جب نام لیا جائے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے، جب کوئی شخص میرا نام سن کر درود شریف نہیں پڑھتا تو وہ بخیل ہے۔
حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے شخص کو بد دعا دی ہے جس کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر آئے اور وہ درود نہ پڑھے۔ حضرت جابرؓ کی روایت میں اس کو شقی کہا گیا۔

(۱۲) تلبیہ کے بعد۔ (تلبیہ اسے کہتے ہیں جو حاجی احرام باندھنے کے بعد پڑھا کرتے ہیں)

(لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمته لک والملک لاشریک لک)

(۱۳) حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت۔ (۱۴) بازار جاتے وقت۔ (۱۵) ضیافت کے وقت۔ (۱۶) جب رات کو رات سو کر اٹھے۔ (۱۷) قرآن شریف کی تلاوت کرنے کے بعد۔ (۱۸) جمعۃ المبارک کے دن۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ جمعہ کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱۹) مسجد کو دیکھ کر۔ (۲۰) مسجد میں سے گزرنے کے وقت۔ (اگر کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد میں سے گزرنا پڑے تو درود شریف پڑھتا ہوا گزرے) (۲۱) سختی اور پریشانی کے وقت۔ (۲۲) اللہ سے مغفرت طلب کرنے کے وقت۔ (۲۳) رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی کتاب میں لکھتے وقت۔ (۲۴) درس و تدریس کے وقت۔ (جب کوئی مدرس سبق پڑھانا شروع کرے تو اس سے پہلے درود شریف پڑھ لے۔ (۲۵) وعظ کہتے وقت۔ (واعظ وعظ شروع کرنے سے پہلے درود شریف پڑھ لے) (۲۶) صبح و شام کے وقت۔ (۲۷) اگر کوئی گناہ کی بات ہو جائے تو فوراً درود شریف پڑھنا چاہیے۔ درود شریف کا پڑھنا اس گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ (۲۸) فقر و فاقہ کے وقت۔ (۲۹) کسی حاجت کے پیش آ جانے کے وقت۔ (۳۰) خوف کے وقت۔ (۳۱) منگنی اور نکاح کے وقت۔ (۳۲) چھینکنے کے وقت۔ (۳۳) وضو کے بعد۔ (۳۴) گھر میں داخل ہوتے وقت۔ (یعنی جب گھر میں آئے) (۳۵) جب اللہ کا نام آئے۔ (یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو) (۳۶) کسی چیز کو بھول جائے اور اس کو یاد کرنا چاہتا ہو تو درود شریف پڑھنا چاہیے، وہ چیز یاد آ جائے گی۔ (۳۷) کوئی ضروری کام پیش آ جانے کے وقت۔ (۳۸) کان بولنے کے وقت۔ (کبھی کبھی کان میں ایک آواز پیدا ہو جاتی ہے، اس آواز کو ''کان بولنا'' کہتے ہیں) (۳۹) ہر نماز کے بعد۔ (۴۰) جانور کو

ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر سے پہلے۔ (۴۱) ایسی کتاب کو پڑھتے وقت جس میں رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہوا ہو۔ (۴۲) صدقہ اور خیرات کے بدلے میں۔ یعنی ایک غریب اور مفلس آدمی جس کے پاس مال نہ ہو اور اس کو صدقہ دینے کا شوق ہو تو ایسے شخص کا درود شریف پڑھ لینا خیرات کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ (۴۳) سونے کے وقت یعنی جب سونا چاہے تو درود شریف پڑھ لے۔ (۴۴) ہر مہم اور مشکل کام کے وقت۔ (اگر کسی امر مہم کے وقت درود شریف پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ درود کی برکت سے اس مہم کو آسان کر دیتا ہے) (۴۵) علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ عیدین کی تکبیرات کے درمیان بھی درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

اگر چہ ہم نے تحقیق وتلاش کے بعد درود شریف کے متعلق یہ پینتالیس مواقع لکھ دیے ہیں، لیکن درود شریف ایسی چیز ہے کہ انسان ہر وقت ہی پڑھتا رہے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: درود شریف کے لیے وضو یا غسل کی شرط نہیں ہے۔ بلا وضو اور بلا غسل کے بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے۔

درود شریف کے کلمات: درود شریف کی فضیلت اور اس کے مواقع کا تذکرہ کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند درود شریف بھی نقل کر دیے جائیں تاکہ اس باب میں یہ تصنیف کافی ہو جائے اور کسی دوسری کتاب دیکھنے کی احتیاج باقی نہ رہے۔

تمام درودوں میں افضل درود: اللھم صلی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید ٥ اللھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید ٥

ذیل کے درود کا ثواب ستر فرشتوں سے ہزار دنوں میں بھی نہیں لکھا جاسکتا۔

جَزَی اللہُ عَنَّا مُحَمَّداً صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمِ بِمَا ھُوَ اَھلُہٗ.

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوحِ مُحَمَّدٍ فِی الاَروَاحِ وَ عَلٰی جَسَدِہٖ فِی الاَجسَادِ وَعَلٰی قَبرِہٖ فِی القُبُورِ پڑھتا ہے، وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جس نے مجھے یہاں خواب میں دیکھا ہے، وہ قیامت میں ضرور دیکھے گا اور میں قیامت میں دیکھنے والے کی شفاعت کروں گا اور جس کی میں شفاعت کروں گا، اللہ تعالیٰ اس کو حوض کوثر سے پانی پلائے گا اور حوض کوثر سے پانی پینے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔

مولانا زاہد الراشدی

اسلام میں پردے کے احکام

ساتویں صدی ہجری کے معروف مفسر قرآن ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری نے ''تفسیر قرطبی'' میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے علمی حلقہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے تو کیا اس کیلئے توبہ کی گنجائش ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں، اس کیلئے توبہ کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ وہ شخص چلا گیا شاگردوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ ہمیں آپ نے مسئلہ اس طرح نہیں بتایا تھا، بلکہ یہ فرمایا تھا کہ قاتل کیلئے بھی توبہ کی گنجائش ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ پوچھنے والے شخص کے چہرے پر غضب کے اثرات دیکھے ہیں، میرا خیال ہے کہ وہ کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کیلئے مسئلہ پوچھ رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد سعید بن عبیدہ کا کہنا ہے کہ ہم نے اس شخص کا پیچھا کیا اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اندازہ درست تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ النساء، آیت ۹۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے ذمہ دار مفتی حضرات اور فقہا کسی شخص کو مسئلہ بتاتے ہوئے یا کسی ماحول میں مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے شرعی اصولوں کے ساتھ ساتھ اس بات کا لحاظ بھی رکھتے تھے کہ مسئلہ پوچھنے والے کا مقصد کیا ہے؟ اور ان کے فتویٰ کو کس غرض کیلئے استعمال کیا جائے گا؟

یہ واقعہ مجھے محترم جاوید احمد غامدی کا انٹرویو پڑھ کر یاد آیا جو چند روز قبل ''پاکستان'' میں چھپا ہے اور جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ دوپٹہ ہمارے کلچر کا حصہ ہے اور اسے شریعت کا حصہ قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ممکن ہے غامدی صاحب محترم یہ فرمادیں کہ میں نے کوئی فتویٰ تو نہیں دیا اور میں تو ریاستی اتھارٹی کے بغیر کسی کیلئے فتویٰ دینے کا استحقاق ہی تسلیم نہیں کرتا، لیکن ان کا یہ اشارہ بجا نہیں ہوگا، کیونکہ کسی چیز کے شرعی یا غیر شرعی ہونے پر حتمی رائے کا اظہار کرنا اور کسی چیز پر جواز یا عدم جواز کا حکم لگانا ہی فتویٰ کہلاتا ہے اور اسے کسی بھی عنوان سے بیان کیا جائے، وہ ہمارے عرف اور تعامل میں فتویٰ ہی سمجھا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل، میں نے محترم غامدی صاحب کے بعض ''تفردات'' پر اظہار کیا تو ایک ملاقات میں انہوں نے فرمایا کہ ان کے خیالات معلوم کرنے کیلئے ان کی کتابوں سے رجوع کیا جائے اور اس معاملہ میں محض اخباری رپورٹوں پر انحصار نہ کیا جائے، کیونکہ اخبارات کا مزاج یہ ہے کہ وہ کسی بھی بات میں صرف ''خیر ہت'' تلاش کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر بات کو آگے

پیش کر دیتے ہیں، جس سے بسا اوقات کہنے والے کی بات اس کی منشا کے مطابق نہیں رہتی اور کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ ان کے اس ارشاد سے میں نے بھی اس وقت اتفاق کیا اور کسی حد تک اب بھی متفق ہوں، لیکن اس کا یہ پہلو بہر حال میرے نزدیک تشنہ ہے کہ ان کی تصانیف سے استفادہ کرنے والوں کا دائرہ محدود ہے، جبکہ اخبارات میں ان کے ارشادات و افکار کا مطالعہ کرنے والوں کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے اور ہر شخص کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی قومی اخبار میں غامدی صاحب کا کوئی ارشاد پڑھ کر اس میں اجنبیت محسوس کرے تو وہ ان کی کتابوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہو اور اس تحقیق میں لگ جائے کہ انہوں نے اس اخباری بیان یا انٹرویو میں جو کچھ فرمایا ہے یا ان سے منسوب جو کچھ چھپ چکا ہے، وہ وہی کچھ ہے جو ان کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے یا تصانیف میں ان کا مؤقف اور ہے اور انٹرویو یا بیان میں ان سے کوئی اور بات منسوب کر دی گئی ہے۔

اس مخمصہ کا ایک حل یہ ہے کہ زبانی انٹرویو ہی نہ دیا جائے جو اخبار یا رسالہ انٹرویو مانگے اس سے سوالات لے کر تحریری جوابات دیئے جائیں۔ دوسرا حل یہ ہے کہ سوالات کے جواب میں گفتگو کرتے ہوئے کم از کم متعلقہ کتابوں کے اہم اقتباسات کا حوالہ بھی دے دیا جائے، تاکہ جس کسی کو تردد ہو، وہ ان کتابوں سے رجوع کر کے اپنی تسلی کر سکے اور تیسرا حل یہ ہے کہ انٹرویو بیان شائع ہونے کے بعد، اگر وہ حسب منشا نہ ہو تو اس کی وضاحت کر دی جائے تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور اگر یہ بھی ممکن نہیں ہے تو محترم غامدی جیسے صاحب علم و فضل کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس قسم کی خاموشی اور سکوت کو شرعاً اور عرفاً رضامندی ہی سمجھا جاتا ہے، اس لئے اس حوالے سے عوامی تاثر کو درست رکھنے کی غرض سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ غامدی صاحب محترم کا ''پردہ'' کے بارے میں مذکورہ ارشاد درست نہیں ہے اور اس کے درست نہ ہونے کے ساتھ ساتھ معروضی حالات میں یہ سنگینی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے کہ مغربی ثقافت اور کلچر کی ہمہ گیر یلغار کے اس دور میں ان کا فتویٰ بہر حال مسلم اور مشرقی ثقافت اور اس کی اقدار و روایات کے خلاف ہی استعمال ہو گا اور اسی حوالے سے میں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ دینی معاملات پر رائے دینے والے حضرات کو اور خاص طور پر ان لوگوں کو جن کی بات کسی بھی درجہ میں سنی اور مانی جاتی ہے، رائے دینے سے قبل معروضی حالات کو سامنے رکھنا چاہیے اور یہ دیکھ لینا چاہیے کہ معاشرے میں خیر اور شر کی کشمکش کے عمومی تناظر میں ان کی رائے کس کے حق میں اور کس کے خلاف استعمال ہو گی؟ غامدی صاحب محترم نے اس انٹرویو میں دوپٹہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، اسے اصولی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

☆......دوپٹہ کا تعلق کلچر سے ہے، شریعت سے نہیں۔

☆......قرآن کریم میں حجاب کے بارے میں جن پابندیوں کا ذکر موجود ہے، ان کا اطلاق عمومی نہیں ہے بلکہ ان کا تعلق جناب نبی اکرم ﷺ کے دور کے مخصوص حالات سے ہے۔

☆......شریعت نے صرف سینہ ڈھانپنے اور مناسب لباس پہننے کی پابندی لگائی ہے، جس میں دوپٹہ شامل نہیں ہے۔

جہاں تک کلچر اور شریعت کا تعلق ہے، ہمیں پہلے اس الجھن کو حل کرنا ہو گا کہ کلچر اور دین کا باہمی تعلق کیا ہے؟ اور یہ

دونوں اپنے اپنے رول میں آزاد ہیں یا ان میں سے کسی ایک کیلئے دوسرے کی بالاتری قبول کرنا بھی ضروری ہے؟ شریعت ان احکام کو کہتے ہیں جو قرآن وسنت سے براہ راست یا مسلمہ اصولوں کے ذریعے بالواسطہ ثابت ہوں اور کلچر ایک علاقہ میں رہنے والے لوگوں کے باہمی رہن سہن، تعلقات، معاملات اور معاشرت سے خود بخود جنم لینے والی اقدار اور روایات کو کہا جاتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شریعت ساری دنیا کیلئے ایک ہے، لیکن کلچر ہر علاقہ کا مختلف ہے اور کلچر وثقافت کی روایات واقدار میں علاقائی حوالے سے تنوع موجود ہے، جو انسانی فطرت کا حصہ ہے اور اسلام بھی اسے تسلیم کرتا ہے، لیکن اسلام نے کلچر کو آزاد حیثیت سے قبول نہیں کیا، بلکہ اسے شرعی اصولوں اور ضابطوں کا پابند کیا ہے، جیسا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جاہلی معاشرت کی ان اقدار و روایات کا ایک ایک کر کے خاتمہ کر دیا جو آسمانی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اور جن کی شریعت اسلامیہ کے احکام وقوانین میں گنجائش موجود نہیں تھی، حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں یہ اعلان فرمایا کہ

''جاہلیت کی تمام قدریں میرے پاؤں کے نیچے ہیں''

اسلام نے کچھ اقدار و روایات کو باقی بھی رکھا جو شرعی اصول وضوابط سے متصادم نہیں تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ علاقائی کلچر کی جن روایات کو اسلام نے باقی رہنے دیا، ان کی حیثیت کیا ہے؟ وہ شریعت کا حصہ ہیں یا بدستور کلچر اور ثقافت سے ہی منسوب رہیں گی؟ اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جن اقدار و روایات کو شریعت کے احکام وقوانین میں شامل کر لیا گیا ہے اور ان کا ذکر قرآن کریم یا سنت رسول ﷺ میں موجود ہے، وہ شریعت کا حصہ بن گئی ہیں، انہیں کلچر کا حصہ قرار دے کر شریعت سے الگ کرنا انصاف کی بات نہیں ہے، البتہ جن امور کو صرف خاموشی کے ساتھ گوارا کیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ عرب کلچر کی باتیں ہیں، جن سے اسلام نے تعرض نہیں کیا...... اور یہ صرف عرب کلچر کی بات نہیں، بلکہ دنیا کے کسی بھی کلچر اور ثقافت کی وہ روایات واقدار جن کی نفی قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے اور مسلمہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں انہیں گوارا کیا جا سکتا ہے، وہ کلچر اور ثقافت کے نام پر اسلام کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں گی۔

اس پس منظر میں محترم جاوید احمد غامدی صاحب کے ارشاد پر غور کیا جائے تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ چونکہ ''دوپٹہ'' شرعی حکم نہیں، بلکہ کلچر کا حصہ ہے، اس لئے اگر کسی علاقہ کے کلچر میں دوپٹہ موجود نہیں ہے تو وہاں حجاب اور پردے کیلئے دوپٹے کی پابندی ضروری نہیں ہوگی، لیکن یہ بات شرعی اصولوں کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر چادر لٹکا کر رکھیں وہ پہچانی جا کر اذیت نہ دی جائیں''۔

یہاں تین باتیں ہیں:

☆...... حکم صرف نبی اکرم ﷺ کی ازواج اور بیٹیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان عورتیں اس حکم میں شامل ہیں۔

☆...... حکم میں ''جلباب'' اپنے اوپر ڈالنے کی ہدایات کی گئی جو بڑی چادر کو کہتے ہیں اور بخاری شریف کے شارح علامہ قسطلانی

فرماتے ہیں کہ ''جلباب'' دوپٹے یعنی ''قناع'' سے لمبائی اور چوڑائی دونوں میں بڑی ہوتی ہے۔

☆......حکم میں وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہچانی نہ جائیں تاکہ اذیت سے محفوظ رہیں اور یہ مقصد غامدی صاحب کے بقول صرف سینہ ڈھانپ لینے سے کسی طرح بھی پورا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے علی الرغم آیت کریمہ کا مطلب یہ قرار پاتا ہے کہ مسلمان عورتوں کیلئے صرف ''دوپٹہ'' کافی نہیں ہے، بلکہ اس سے بڑی چادر ''جلباب'' ضروری ہے اور وہ بھی اس انداز سے لی جائے کہ چادر لینے والی عورت پہچانی نہ جائے۔

یہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے اور تمام مسلمان خواتین کیلئے ہے، جسے کلچر کی ایک روایت قرار دے کر شرعی احکام کے زمرے سے خارج کرنے کا حوصلہ محترم جاوید غامدی ہی کر سکتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ قرآن کریم کا یہ حکم صرف اس دور کیلئے خاص تھا، اگر اس پر غامدی صاحب کوئی دلیل پیش کر سکیں تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا لیکن اتنی وضاحت کے ساتھ کہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے نزدیک قرآن کریم کی تشریح وتعبیر اور شرعی احکام کے تعین کی بنیاد سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہؓ پر ہے اور اسی وجہ سے وہ جماعت اہل السنۃ والجماعۃ کہلاتے ہیں۔ ان دو بنیادوں، یعنی سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہؓ سے ہٹ کر قرآن کریم کی کوئی تعبیر وتشریح خوارج، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، جہمیہ اور روافض کے ہاں تو قابل قبول ہو سکتی ہے، اہل سنت کے نزدیک اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

اس وضاحت کے بعد یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ بلاشبہ ایسے احکام بھی دور نبوی ﷺ میں سامنے آئے ہیں جو وقتی ضرورتوں کے ساتھ خاص تھے اور ضرورت ختم ہو جانے کے بعد وہ احکام باقی نہیں رہے، مثلاً مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کرائی، جس میں ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی قرار دے کر انہیں ایک دوسرے کا وارث بھی بنا دیا۔ یہ ایک وقتی ضرورت تھی اور ضرورت ختم ہونے کے ساتھ ہی وہ حکم بھی ختم ہو گیا جس کی دو واضح علامتیں قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی جگہ متبادل احکام آ گئے اور دوسری یہ کہ متبادل حکم آنے کے بعد پہلے حکم پر صحابہ کرامؓ کے ماحول ومعاشرے میں عمل باقی نہ رہا۔ اگر غامدی صاحب اس بات پر سنت نبوی ﷺ اور تعامل صحابہؓ سے کوئی شہادت پیش کر دیں کہ حجاب کے بارے میں سورۃ الاحزاب میں جو احکام دیئے گئے ہیں، ان کی جگہ متبادل احکام آ گئے تھے اور صحابہ کرامؓ نے ان احکام کی سختی کو ترک کر کے ان پر عملدرآمد کی کیفیت میں تبدیلی اور تغیر کو قبول کر لیا تھا تو ان کے اس دعویٰ پر غور کیا جا سکتا ہے کہ یہ احکام وقتی ضرورت اور مخصوص حالات کے پس منظر میں تھے جن کی بعد میں ضرورت باقی نہیں رہی تھی، لیکن اگر ان احکام کو نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ بعد کے ادوار میں بھی اسی طرح عمل میں لایا جاتا رہا ہے اور امت کے تمام فقہی مکاتب فکر نے انہیں جوں کا توں برقرار رکھا ہے تو غامدی صاحب کو اپنے اس مؤقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

مولانا ابوریحان سیالکوٹی (قسط اوّل)

مرداورعورت کی نماز میں فرق!

تمھید: ایمان کے بعد سب سے اہم عبادت، نماز ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن (عبادات میں سے) سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا، آج کل مسلمان اس میں بہت سستی کر رہے ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کی جائے اوران کو نمازی بنانے پر محنت کی جائے، لیکن بعض لوگ بے نمازوں پر محنت کرنے کی بجائے نمازیوں کی نمازوں کو غلط بتانے اور اس سلسلے میں ان کے دلوں میں شکوک شبہات پیدا کرنے اور طرح طرح کے وسوسے ڈالتے رہنے پر محنت کرتے ہیں، پھر ستم یہ کہ اس کو وہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے دین کی اصل خدمت اور قرآن وحدیث کی صحیح توضیح وتشریح سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن کریم کی سورۃ ''الناس'' میں ایسے لوگوں کو ''خناس'' کہا گیا اوران کے اس وسواسی شر سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے، ایسے لوگوں کے وسوسوں میں سے ایک وسوسہ یہ ہے کہ ''مرداورعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے، جوفرق کرتے ہیں وہ نمازیں غلط اور سنت کے خلاف پڑھتے ہیں'' حالانکہ خودان کی یہ بات ہی احادیث اور تعاملِ امت کے خلاف ہے، کیونکہ مرداورعورت کی نماز میں فرق نہ صرف صریح احادیث سے ثابت ہے بلکہ شروع سے امت کا تعامل وتوارث بھی اسی کے مطابق چلا آرہا ہے اس کی تفصیل قارئین آئندہ صفحات میں ان شاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی خوب اچھی طرح یادرکھنی چاہیے کہ یہ فتنوں کا دور ہے۔ اس میں اسلافِ امت کے ساتھ جُڑے رہنے میں ہی دین وایمان کی سلامتی اوران سے کٹنے میں اس کی بربادی ہے۔ قرآن وحدیث کی تعلیم بھی یہی ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

ارشادخداوندی ہے: واتبع سبیل من اناب الی (لقمان) ترجمہ: اوراس شخص کی راہ پر چلنا جومیری طرف رجوع ہو۔

(...... ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت مصیرا) (النساء)

ترجمہ: ''اور جوشخص چلا مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم کرنے دیں گے۔ اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے اور داخل کریں گے۔ اس کو جہنم میں اور بہت بری جگہ ہے جانے کی''۔

ارشادنبوی ﷺ ہے: ''اتبعو اسواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار'' ترجمہ: پیروی کرو بڑی جماعت کی جو جماعت سے کٹا (سمجھو) آگ میں گرا۔ (مشکوۃ ص/۳۰)

نیزفرمایا: وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة (مشکوۃ ص/۳۱) ترجمہ: (گمراہی کی) گھاٹیوں سے

بچو، جماعت اور مجمع سے چمٹے رہو''۔

اس لئے اسلاف امت سے ہی جڑے رہنے کی کوشش کرنی چاہیےاور ان سے اپنا دینی رشتہ توڑ کر ان سے الگ کوئی راہ اختیار کرنے سے بہت ہی زیادہ بچنا چاہیے۔

اس تمہید کے بعد اب ملاحظہ ہو احادیث کے حوالہ سے مرد وعورت کی نماز میں فرق......

۱) **تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے میں فرق**: تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ اٹھانے میں مرد اور عورت کے درمیان یہ فرق ہے کہ مرد تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے ہیں جبکہ عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے سینے کے برابر ہاتھ اٹھائیں، چنانچہ

الف: حضرت وائل بن حجرؓ کی مرفوع حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ ﷺ اذصلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأة تجعل یدیھا حذاء ثدیھا

''آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتی کے برابر اٹھائے''(کنز العمال ص ۱۷۵، ج ۳/مجمع الزوائد ص ۱۰۳، ج ۲، بیروت)

ب: حضرت عطاء تابعیؒ بھی یہی فرماتے تھے، چنانچہ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ تکبیر کے وقت کیا عورت بھی اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرے جس طرح مرد کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں، عورت، مردوں کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے، پھر بہت ہی پست انداز میں اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرکے بتلایا اور فرمایا کہ عورت کیلئے (ہاتھ اٹھانے وغیرہ) کیفیت مرد کی سی نہیں ہے، اصل الفاظ یہ ہیں۔

عن ابن جریج قال قلت لعطاء اتشیر المرأةبیدیھا کالرجل بالتکبیر؟ لا ترفع بذالک یدیھا کالرجال ،و اشار ،فخفض یدیه جداو جمعهماالیه و قال ان للمرأة هیئة لیست للرجال

(المصنف لعبدالرزاق، ص ۱۳۷، ج ۳)

۲) **ہاتھ باندھنے میں فرق**: ہاتھ باندھنے میں بھی مرد اور عورت کے درمیان فرق ہے، مرد کیلئے تو افضل یہ ہے کہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جبکہ عورت کیلئے استر (زیادہ پردے والی بات) یہ ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھے۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: **رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علیه شماله فی الصلوٰة تحت السرّة** (رواہ ابن ابی شیبۃ ص ۳۹۰، ج ۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

ترجمہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: **ان من السنة فی الصلوٰة وضع الاکف علی الاکف تحت السرّة**

(راوہ احمد بحوالہ المنتقی لابن تیمیہ مع شرحہ للشوکانی، ص ۲۰۳، ج ۲ و اعلاء السنن ص ۱۶۶، ج ۲)

ترجمہ: "ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے"

مصنف ابن ابی شیبۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ یوں منقول ہیں:

"من سنة الصلوٰة ان توضع الايدى على الايدى تحت السرّة" (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۳۹۱، ج۱)

امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ: "واعلم ان الصحابى اذا اطلق اسم السنة فالمراد به سنة النبى ﷺ"

(نصب الرایۃ، ص۳۱۴، ج۱)

ترجمہ: "معلوم رہے کہ صحابی جب (کسی چیز کو) سنت بتائے تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی سنت ہوتی ہے"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اخذ الاكف على الاكف فى الصلوٰة تحت السرّة

ترجمہ: "نماز میں ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے" (اعلاء السنن، ص۱۶۷، ج۲)

ومثله عن ابراهيم النخعى و ابى مجلز (مصنف ابن ابی شیبۃ، ص۳۹۰، ج۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضع اليمنىٰ على اليسرىٰ فى الصلوة تحت السرّة (یعنی نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنے) کو کے از اخلاق نبوۃ فرمایا (الجوہر النقی علی البیہقی، ص۳۲، ج۲)

رہا مسئلہ عورت کے اپنے سینے پر ہاتھ باندھنے کا، تو اس کا......

الف: ایک ثبوت تو اوپر والی حدیث اور اثر ہی ہے کیونکہ مرد کے مقابلہ میں عوت کیلئے سینے کے برابر ہاتھ اٹھانے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ لہٰذا ہاتھ باندھنے میں بھی اس کیلئے وہی ہیئت زیادہ مناسب ہوگی، جس میں پردہ زیادہ ہوگا اور وہ ہے سینے پر ہاتھ باندھنا۔

ب: اسی لئے حضرت عطاءؒ ہی فرماتے ہیں: تجمع المرأة يديها فى قيامها ما استطاعت

"عورت اپنے قیام میں اپنے ہاتھوں کو جتنا سکیڑ سکتی ہو، اتنا سکیڑے" (مصنف: عبدالرزاق ص۱۳۷، ج۳)

ج: حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوئیؒ نے اس کو سب کا اتفاقی مسئلہ بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

اما فى حق النساء فاتفقوا على ان السنة لهن وضع اليدين على الصدر

"عورتوں کے حق میں سب کا اتفاق ہے کہ ان کیلئے سنت، سینے پر ہاتھ باندھنا ہے" (السعایہ، ص۱۵۶، ج۲)

۳) **سجدہ کی کیفیت میں فرق**: سجدہ کی کیفیت بھی مرد اور عورت کی الگ الگ ہے، مرد کو سجدہ میں پیٹ رانوں سے بازو، بغل سے جدا نیز کہنیاں زمین سے اٹھا کر رکھنی چاہئیں جبکہ عورت ان سب اعضاء کو ملا اور سمٹا کر رکھے، چنانچہ......

الف: امام ابوداؤد اپنی مراسیل میں روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ، دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا سجدہ تما لضما بعض اللحم الی الارض فان المراۃ فی ذالک لیست کالرجل

''جب تم سجدہ کروتو اپنے جسم کو زمین سے ملادو، اس لئے کہ بیشک عورت اس بارہ میں مرد کی طرح نہیں ہے''

(مراسیل ابی داؤد ملحقہ سنن ابی داؤد، ص ۸/ سنن بیہقی ص ۲۲۳، ج ۲/ اعلاء السنن، ص ۱۹۔۲۰، ج ۳)

فائدہ: اس میں آنحضرت ﷺ نے ''فان المراۃ لیست فی ذلک کالرجل'' فرما کر ایک اہم ضابطہ کی طرف اشارہ بھی فرمادیا یعنی یہ کہ نماز کے تمام احکام اول سے آخر تک مردوں اور عورتوں کیلئے یکساں نہیں ہیں، بلکہ بعض احکام مردوں کیلئے الگ ہیں اور عورتوں کے لئے ان سے مختلف، ہر صنف کو ان احکام کی پابندی لازم ہے جو اس سے متعلق ہیں۔

ب: حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: اذا سجدت المراۃ فلتحتفز و لتلصق فخذیھا ببطنھا

''عورت جب سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنے رانوں کو اپنے پیٹ سے ملالے''۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸/ ج ۳۔ سنن بیہقی ص ۲۲۲/ ج ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۷۰/ ج ۱)

ج: حضرت حسن بصری اور قتادہ (رحمہما اللہ جو اجلہ تابعین میں سے ہیں) فرماتے ہیں......

''اذا سجدت المرأۃفانھا تنضم ماستطاعت و لا تتجافی لکی لا ترفع عجیزتھا''

(جب عورت سجدہ کرے تو جتنی سمٹ سکتی ہو اتنی سمٹ جائے اور کھل کر سجدہ نہ کرے تاکہ اس کی پٹھ اونچی نہ ہو جائے)

(مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۳)

د: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے: آنحضرت ﷺ نے عورت کی نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا: اذا سجدت الصقت بطنھا بفخذھا کاستر مایکون لھا

''عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ایسے طور پر چپکالے جو اس کیلئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو''

(سنن بیہقی، ص ۲۲۳، ج ۲/ اعلاء السنن، ص ۳۱، ج ۳)

فائدہ: اس میں آنحضرت ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کاستر مایکون لھا اس سے ایک اہم اصول معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے نماز کی ہیئت وہ مسنون ہے جس میں ستر یعنی پردہ زیادہ سے زیادہ ہو۔

ہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ خوب کھل کر سجدہ کیا کریں۔ (ان یتجافوا فی سجودھم) اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ خوب سمٹ کر سجدہ کریں۔

ان ینخفضن فی سجودھن (سنن بیہقی، ص ۲۲۲، ج ۲)

تنبیہ: امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہم) کی ان حدیثوں کو ضعیف بتلایا ہے لیکن اس سے نفس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ایک تو اس لئے کہ اصل استدلال اوپر والی حدیثوں سے ہے، یہ دونوں حدیثیں بطور استشہاد ذکر کی گئی ہیں۔ دوم اس لئے کہ ان کے ضعف کا جبیرہ اور تدارک اوپر والی حدیثوں سے ہو گیا ہے۔ سوم اس

لئے کہ اس موضوع پر ان سے زیادہ صحیح کوئی حدیث ان سے معارض موجود نہیں ہے، ایسی صورت میں کسی کی شخصی رائے کی بنسبت ضعیف حدیث پر عمل کرنا ہی صحیح وصواب ہوتا ہے۔

٤) **قعدہ کی ہیئت میں فرق:** چوتھا فرق مرد اور عورت کی نماز میں یہ ہے کہ قعدہ میں مرد اپنا بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھیں اور اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھیں جبکہ عورتوں کو اپنے دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا چاہیے۔

الف: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں نماز کس طرح پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چارزانوں بیٹھتی تھیں، پھر ان کو حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں اور سند بھی اس حدیث کی اس درجہ کی ہے جس کو محدثین "سلسلة الذهب" (سونے کی زنجیر) کہتے ہیں، یعنی......

ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر انه سئل کیف کن النسآء یصلین علی عهد رسول الله ﷺ ؟ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن (مسند امام اعظم از حصکفی، ص ٧٣/ اعلاء السنن، ص ٢٠، ج ٣)

ب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ چوکڑی بیٹھیں۔

و کان یامر الرجال ان یفرشوا الیسری و ینصبوا الیمنیٰ فی التشهد و یامر النساء ان یتربعن

(سنن بیہقی، ص ٢٢٣، ج ٢)

ج: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الاخریٰ الخ "عورت جب نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے" (سنن بیہقی، ص ٢٢٣، ج ٢/ اعلاء السنن، ص ٢٥، ج ٣)

فائدہ: واضح رہے کہ چوکڑی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک وہ جو نماز سے باہر ہوتی ہے اور دوسری وہ جو نماز کے اندر ہوتی ہے۔ نماز سے باہر کی چوکڑی تو وہی ہے جسے آلتی پالتی کہتے ہیں یعنی دایاں پاؤں بائیں گھٹنے کے نیچے اور بایاں پاؤں دائیں گھٹنے کے نیچے دے کر بیٹھنا اور نماز کے اندر کی چوکڑی یہ ہے کہ دایاں پاؤں دائیں سرین کے ساتھ (باہر کی طرف) اور بایاں پاؤں دائیں ران کے ساتھ (اندر کی طرف) ملا کر سرین پر بیٹھا جائے۔

(اوجز المسالک، ص ٢٥٨، ج ١)

نماز کی اس کے علاوہ ایک اور بیٹھک بھی ہے جسے تورّک کہتے ہیں، وہ ہے اپنے دونوں پاؤں، دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا۔ عورتیں پہلے نماز میں چوکڑی بیٹھا کرتی تھیں، اس میں چونکہ تورک کی بنسبت پھیلاؤ زیادہ تھا اس لئے بعد میں ان کو تورک کا حکم دیا گیا کہ اس میں تربع (چوکڑی) کی بنسبت سمٹاؤ زیادہ تھا۔

۵) **سر ڈھانکنے میں فرق**: پانچواں فرق مرد اور عورت کی نماز میں یہ ہے کہ مرد اگر ننگے سر نماز پڑھے تو ہو جاتی ہے اگر چہ بلا وجہ ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن عورت کا پورا سر نہیں بلکہ اگر صرف چوتھائی سر بھی کھلا رہے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، مرد کی ننگے سر نماز کے جواز کا ثبوت تو محتاجِ بیان نہیں، کیونکہ اس کے جواز کا اور کوئی قائل ہو یا نہ ہو غیر مقلدین تو اس کے نہ صرف جواز کے بلکہ اس کی افضلیت تک کے اور پھر صرف قائل ہی نہیں بلکہ اس کے داعی و مناد ہیں۔ باقی رہا عورتوں کی ننگے سر نماز کا عدم جواز تو اس کا ثبوت ملاحظہ ہو!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں: لایقبل اللہ صلوٰۃ حائض الابخمار ''بالغہ عورت کی نماز اللہ تعالیٰ بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کرتا'' یعنی صحیح نہیں (سنن ابی داؤد، ص۹۴، ج۱/ جامع ترمذی، ص۷۵، ج۱/سنن ابن ماجہ، ص۴۸، المصنف لعبد الرزاق ص۱۳۰، ج۳/سنن بیہقی، ص۲۳۳، ج۲)

۶) **نماز باجماعت کی افضلیت میں فرق**: ایک فرق مرد اور عورت کی نماز میں یہ ہے کہ مردوں کیلئے تو افضل بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ فرض نماز باجماعت ادا کریں جبکہ عورتوں کیلئے افضل یہ ہے کہ وہ بلا جماعت، علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔

چنانچہ مردوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ان صلوٰۃ الرجل مع الرجل از کی من صلاۃ وحدہ وصلاۃ مع الرجلین از کی من صلاتہ مع الرجل وما کثر فھوا حب الی اللہ عزوّجل ''آدمی کا اکیلے نماز پڑھنے کی بنسبت دوسرے آدمی سے مل کر نماز پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے سے بڑھ کر باعث ثواب ہے اور جس قدر (جماعت) زیادہ ہو وہ اللہ عزّ وجل کو زیادہ محبوب رکھے'' (ابوداؤد، ص۸۲، ج۱/نسائی، ص۱۳۵، ج۱)

نیز وہ تمام حدیثیں بھی مردوں کیلئے نماز باجماعت کو افضل بلکہ ضروری بتاتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے نماز باجماعت کی فضیلتیں اور ترک جماعت پر سخت ترین وعیدیں ارشاد فرمائیں ہیں، جن کو ارباب صحاح ستہ نے مستقل ابواب میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو: (صحیح بخاری، ص۸۹، ج۱/صحیح مسلم، ص۲۳۱، ج۱/ ابوداؤد، ص۸۰ تا ۸۲، ج۱/نسائی، ص۱۳۴ تا ۱۳۶، ج۱/ترمذی، ص۵۱۔۵۲، ج۱/ابن ماجہ، ص۵۷)

اس کے مقابلہ میں عورتوں کی جماعت سے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لاخیر فی جماعۃ النساء الافی مسجد جماعۃ ''عورتوں کی جماعت میں کوئی بھلائی نہیں ہے الا یہ کہ مسجد جماعت میں (مردوں کے ساتھ) ہو''۔ (رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط، بحوالہ اعلاء السنن، ص۲۱۴، ج۴) نیز ان تمام حدیثوں سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے جس میں عورت کی نماز کی صحن کی بنسبت دالان میں اور دالان کی بنسبت اندر کمرے میں افضل بتایا گیا ہے۔

(جاری ہے)

مولانا مجاہد الحسینی

انہدام بابری مسجد کے بعد............؟

اسلام کے دور اول سے ہی یہود و نصاریٰ کی مشترکہ کوشش رہی ہے کہ امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے اور دین اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت اور وسعت پذیری کے سد باب میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے، خاص طور سے مدینہ منورہ اور اس کے گرد و نواح میں آباد یہودی قبائل نے اس دور کے عیسائی حکمرانوں کے ساتھ مل کر حضور محسن انسانیت ﷺ کی ذات اقدس کو نقصان پہنچانے اور اسلام کا راستہ روکنے کیلئے جو جو خطرناک پروگرام بنائے اور گھناؤنی سازشیں کیں، تاریخی کتب کے اوراق ان سے بھرپور ہیں۔ امت مسلمہ کے خلاف یہود و نصاریٰ کے خوفناک منصوبوں اور ان کی اسلام دشمن شب و روز سرگرمیوں سے تنگ آکر حکم الٰہی کے مطابق ایک سال کی مہلت کے بعد تمام غیر مسلموں کا حدود حرم میں داخلہ ممنوع قرار دے گیا اور پھر حضور محسن انسانیت ﷺ کو بھی مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑا کہ اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب ''یہود و نصاری کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا جائے''

امت مسلمہ اور ممالک اسلامیہ کے خلاف ان یہود و نصاریٰ کے خطرناک منصوبوں اور گھناؤنی سازشوں کے سلسلے کی تازہ ترین کڑی سرزمین مقبوضہ کشمیر میں بھارتی دشمنان اسلام کے تعاون کے ساتھ اسرائیلی یہودی کمانڈوز کی آمد ہے، جن دنوں فرزندان اسلام کی تاریخی بابری مسجد کو بھارتی اسلام دشمن ہندوؤں نے رام مندر کا فرضی استھان (مقام) قرار دے کر منہدم کر دیا تھا، اور اس ناجائز اقدام اور اپنی مقدس عبادت گاہ مسجد کو بچانے کی خاطر رکاوٹ بننے والے ہزاروں مسلمان خاک اور خون میں تڑپا دیئے گئے تھے، نیز گجرات کا ٹھیاواڑ کے علاقہ احمد آباد سورت وغیرہ خوشحال اور معاشی طور پر ترقی پذیر مسلمانوں کو زندہ جلا کر بھسم کر دینے اور ان کے تجارتی و صنعتی مراکز نذر آتش کر کے راکھ کا ڈھیر بنا دینے کے لرزہ خیز واقعات ہمہ گیر ہیں ٹھیک انہی دنوں مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے مقدس مقام خانقاہ حضرت بل (سری نگر) کو حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی قبر اور پاکستان کے صحت افزا مقام مری کو حضرت مریم علیہا السلام کا مقبرہ قرار دینے کا شوشہ چھوڑنا یہود و نصاریٰ کی گھناؤنی سازش اور اسی خطرناک منصوبے کا حصہ ہے جو فرنگیوں نے اپنے خود کاشتہ پودے فتنہ قادیانیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی معرفت یہ ڈھونگ رچایا تھا کہ سری نگر کے محلہ خانیار میں واقع خانقاہ سید نصیر الدین خانیاری کے احاطے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہیں، برصغیر میں عیسائیوں کے دور حکومت میں یہ شوشہ اس لئے وضع کیا گیا تھا تاکہ اس کی بناء پر ایک صحت افزا جنت نظیر مقام عیسائیوں کا ایک مقدس مقام قرار پائے اور یہودی ریاست اسرائیل

کی طرح اس علاقے میں عیسائی ریاست معرض وجود میں لائی جا سکے، اس سلسلے کی قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ "عیسیٰ در کشمیر" کے زیر عنوان قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا تھا، اور ۱۹۳۱ء میں جب ایک کشمیری سپاہی نے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے مسلمان سے قرآن مجید چھین کر زمین پر پٹخنے کے بعد اسے ٹھڈے مار کر ورق ورق کر کے سخت توہین کی تھی تو کشمیری مسلمان مشتعل ہو کر سراپا احتجاج بن گئے تھے کشمیری مسلمانوں کا یہ احتجاج ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا، نہتے کشمیریوں پر مہاراجہ کے ظالم سپاہیوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے خون کی ندیاں بہا دیں اور لاشے تڑپا دیئے تھے۔ کشمیر کی نازک صورتحال کے پیش نظر علامہ اقبالؒ کی حسب ہدایت لیک کشمیر کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں مرزا بشیر الدین محمود قادیانی بھی آ گھسے تھے۔ ان دنوں قادیانیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا مہم تیز تر ہو گئی تھی کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام صلیبی مرحلے سے گذر کر زخمی حالت میں سفر اختیار کر کے خفیہ طریق سے سری نگر میں آ گئے تھے جنہیں "بعد الموت" یہاں دفن کر دیا گیا تھا، لہٰذا وفات مسیح کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۂ نساء میں فرمایا ہے مَا قَتَلُوہُ وَ مَا صَلَبُوہُ (۱۵۹) مسیح علیہ السلام کو نہ تو کسی نے قتل کیا اور نہ ہی انہیں صلیب پر لٹکایا گیا ہے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب اٹھا لیا ہے، نیز مختلف احادیث الرسول ﷺ میں بھی مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی بابت رفع الی السماء یعنی آسمان کی جانب اٹھائے جانے اور قرب قیامت کو دمشق میں ان کے نزول اور آمد کا تذکرہ موجود ہے اور پوری امت مسلمہ اس کی صداقت کا عقیدہ رکھتی ہے، بہر نوع علامہ اقبالؒ کو چند ارباب فہم و فراست نے قادیانیوں کی مذہبی اور سیاسی ریشہ دوانیوں اور خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا تو علامہؒ نے کشمیر کمیٹی توڑ کر علیحدگی اختیار کر لی تھی، جہاں تک خطہ کشمیر سے متعلق بعض تاریخی کتب کے حوالہ جات کا تعلق ہے جن میں سے مشہور مورخ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ میں ایک بادشاہ زادہ "یوزاسف" کا حوالہ دیا گیا ہے، یہ اگر مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت ہوتی تو بادشاہ زادہ کس مناسبت سے لقب دیا گیا تھا؟

اسی طرح مورخ کشمیر محمد دین فوق اور کلیم اختر نے بھی اپنے مفصل مضامین میں ثابت کیا ہے کہ وادیٔ کشمیر میں یوزاسف نامی یا عیسیٰ نامی مدفون کوئی بھی شخص مسیح عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں ہے اور تاریخ حسن کے مصنف پیرزادہ حسن شاہ نے اہل تشیع کے عقیدے کے حوالے سے یوزاسف کو امام جعفر صادق کی اولاد میں سے قرار دیا ہے اس طرح لکھنے والے قلم کے زور سے جو بھی جھوٹی کہانیاں وضع کر لیں اور افسانے تراش لیں۔ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی نہ وفات ثابت کر سکتے ہیں اور نہ ہی دمشق میں ان کے نزول سے قبل ان کا مدفن کشمیر یا کسی دوسرے مقام پر ثابت کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

باقی رہی پاکستان کے صحت افزا مقام مری میں حضرت مریم علیہا السلام کی قبر کی نئی تحقیق کی بات۔ تو محض مری نام سے مریمؑ مراد لینا اگر درست ہے تو امریکی ریاست "میری لینڈ" کی بابت ان کی کیا رائے ہے؟ جو پوری سرزمین ہی

’’میری‘‘ کے نام سے منسوب ہے اگر ہزاروں برس تحقیق کے بعد ایک عیسائی محققہ سوزان میری اولسن کا قلم ’’میری‘‘ پر آ کر رک سکتا ہے تو کچھ عرصے بعد کی تحقیق کے مطابق خود یہ محققہ میری ہی مریم قرار پا سکتی ہے اور اس کی وصیت کے مطابق اس کا مدفن میری لینڈ کیوں نہیں قرار پا سکتا؟

مجھے تو حیرت اس پر ہے کہ ایک جانب تو عیسائی محققین فخریہ انداز میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دین و مذہب اور کائنات کی اعلانیہ اور پوشیدہ ہر چیز کی بابت ایسی ایسی معلومات حاصل کر لیں ہیں کہ دنیا میں کسی اور کو ان تک رسائی نہیں ہے اور دوسری جانب حال یہ ہے کہ انہیں دو ہزار سال گزرنے کے باوجود ابھی تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ان کے نبی و رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی قبر کہاں واقع ہے؟ جو قوم اپنے نبی اور اس کے خاندان کی بابت ہزاروں سال سے شکوک و شبہات میں مبتلا ہے، اسے دنیاوی اور سیاسی معاملات میں کوتاہ فکر و نظر نہ قرار دیا جائے تو اور کیا ہو؟

’’بریں عقل و دانش بباید گریست‘‘

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان / ۳۰؍مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات، بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

الداعی: سید محمد کفیل بخاری، ناظم مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، بولٹ، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار۔ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

دریا سے اُٹھی لیکن، ساحل سے نہ ٹکرائی

قرآن پاک میں حضرت آدم وابلیس کا قصہ کئی جگہ ذکر میں آیا ہے۔ان میں سے ایک جگہ یہ یوں بیان ہوا ہے کہ ابلیس نے جب آدمؑ کوسجدے سے انکار کیا اور بارگاہ الٰہی میں مردود ہوا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم سے فرمایا کہ ''اے آدم! یہ (ابلیس) تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے۔پس کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (اپنی فریب کاری سے) تمہیں جنت سے نکلوائے اور تم مصیبت میں جاپڑو۔پھر آگے آتا ہے کہ اس کھلی تنبیہ اور آگاہی کے باوجود اور اس کے باوجود کہ اسکا حاسدانہ رویہ حضرت آدمؑ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، ابلیس نے جو ایک وسوسے کا جال پھینکا تو حضرت آدمؑ اس کے پھندے میں آگئے۔ابلیس کا وہ داؤ کیا تھا اور حضرت ادم نے کیا ردِّعمل دکھایا، قرآن پاک اسے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: **قال یآدم ھل ادلک علیٰ شجرۃ الخلد و ملک لا یبلیٰ فاکلامنھا**.......... ''ابلیس نے کہا کہ اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کے درخت اور ایسی بادشاہی کا پتہ دوں جو لازوال ہے؟ پس ان دونوں (آدم وحوا) نے اس درخت میں سے (پھل) کھالیا'' اور یہ وہی درخت تھا کہ جس کے بارے میں حضرت آدم کو آگاہی دی جاچکی تھی کہ بس اس کے پاس مت جانا۔

حضرت آدم کے ساتھ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت وہ پہلے انسان تھے اور زندگی کے ساتھ موت لازم ہونے کے تجربے سے ناآشنا۔آج اگر کوئی کسی کو ابدی زندگی کا خواب دکھلائے تو سلامتی ہوش وحواس کے ساتھ کوئی بھی اس جال میں پھنسنے والا نہ ملے گا۔لیکن بادشاہی کے خواب میں گرفتار ہونے کو بہت سے مل سکتے ہیں۔اس لئے کہ یہ وہ پرکشش شئے ہے جس کی دستیابی ناممکن نہیں اور اس میں کشش کی جو اصل چیز ہے وہ آزادی وخودمختاری۔بلکہ حضرت آدم کیلئے تو لفظ ''ملک'' اور ''بادشاہی'' کا مفہوم اس سے زیادہ کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔جس طرح وہ موت سے ناآشنا تھے، اسی طرح بادشاہی انہوں نے اس وقت کہاں دیکھ لی تھی؟ البتہ آزادی وخودمختاری وہ شئے ہے جس کی لپک ہر انسان کیا ہر جاندار کی فطرت میں پائی جاتی ہے۔ہماری اردو کی ابتدائی تعلیم کے زمانے میں مولانا اسماعیل میرٹھی کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ان میں سے ایک سبق میں اسی فطرت کے بیان کا یہ شعر آج بھی یاد آجاتا ہے:

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر

وہ ہے خوف وذلّت کے حلوے سے بہتر

مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ یہ جنت جس کی بشارت اہل ایمان کو دی جاتی ہے یہ دراصل انسان کے اپنی اسی محبوب شئے ،آزادی وخودمختاری ، سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق میں دستبرداری ہونے اور اس کے احکام کو اپنی خواہشات پر ترجیح دینے کا صلہ ہے۔آزادی وخودمختاری کا جذبہ فطرت کی بڑی قیمتی متاع بلکہ آدمیت کا جوہر ہے۔لیکن جیسا کہ حضرت آدم کے قصے میں دیکھا گیا یہی جذبہ آدمی کیلئے غارت گر بھی بن سکتا ہے۔بالکل وہی بات جو ہمارے ایک بڑے شاعر نے دل کے بارے میں کہی ہے:

کامل رہبر ، قاتل رہزن
دل سا دوست نہ دل سا دشمن

یہ قصہ آدم وابلیس مسلم خواتین کے ایک مذاکرہ کی روداد پڑھ کر یاد آ گیا ہے۔یہ مذاکرہ ''آج کے دور میں مسلم خواتین کا کردار'' کے موضوع پر روزنامہ ''جنگ'' کے زیر اہتمام منعقد ہوا تھا اور روزنامے نے اپنی ۱۳ر فروری کی اشاعت میں اس کی مکمل روداد چھاپی۔اس طرح کے مذاکرے آج کل ہوتے رہتے اور چھپتے رہتے ہیں۔لیکن یہ مذاکرہ اپنی دو باتوں کی وجہ سے لائق التفات بنا۔(۱) مذاکرے کی مہمانِ خصوصی ، جو نیویارک میں ایک کالج کی شعبۂ سیاسیات کی سربراہ ہیں،ان کا رنج وملال کہ وہ اپنے طبقے کی ہم وطن خواتین کو مغرب زدگی کی کس انتہا پر پہنچا ہوا پا رہی ہیں اور (۲) وہ انتہا جس کی دید نے امریکہ کے ایک کالج میں پڑھانے والی خاتون کی دہلا دیا۔ان دونوں باتوں کیلئے ذیل کا اقتباس پڑھئے:

> ''اب میں پاکستانی معاشرے کی خواتین کے بارے میں کچھ بات کروں گی۔میں نے پاکستان میں ۳۳ برس گزارے ہیں اور میں ایک عرصے کے بعد پاکستان آئی ہوں۔کسی پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیے۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہاں کی خواتین اپنی اقدار کو بھول بیٹھی ہیں۔جب میں یہاں سے گئی تھی تو مجھے یاد نہیں یہاں کی خواتین کھلے عام شراب پیتی تھیں۔دو سال قبل مجھے پوسٹ ڈاکٹر فیلوشپ ملی تھی اور میں آسلام آباد آئی تھی ،وہاں مجھے ایک پارٹی میں بلایا گیا،اور اس تقریب میں اسی فیصد خواتین شراب پی رہی تھیں وہ نہ شراب پی رہی تھیں بلکہ مجھ سے اصرار کر رہی تھیں کہ آپ بھی پئیں کیونکہ آپ تو باہر رہتی ہیں۔میں نے کہا کہ جب میں باہر رہ کر نہیں پیتی تو یہاں آ کر کیوں پیوں گی؟ ان کا کہنا تھا کہ بھئی آپ انگریزی بولتی ہیں،چھوٹے بال ہیں،مغرب میں رہتی ہیں تو پھر آپ ہماری جیسی کیوں نہیں ہیں''؟

ہماری خواتین میں انقلاب حال کا یہ المیہ ہے،جس کی ایک جھلک اس اقتباس میں نظر آئی ،اسی جذبۂ آزادی

وخودمختاری کی غارت گری ہے جس کا تار قلب آدم میں چھیڑ کر ابلیس نے ایک خود فراموشی کے عالم میں آپ کو پہنچا دیا تھا ۔فطرت انسانی میں یہ آزادی وخود مختاری کی لپک کا عنصر یوں تو ہمیشہ ہی انسان کو راہ سے بے راہ کر دینے کی طاقت کا مظاہرہ کرتا رہا ہے، لیکن دنیا پر مغرب کے غلبہ کے بعد سے اس کو جو طاقت میسر آئی ہے، تو سچ یہ ہے کہ انسان کو انسان رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ مغرب جب دنیا کی بادشاہی کے تخت پر بیٹھا تو کتنے ہی لوگوں کو اسی وقت سے الناس علی دین ملوکھم ،کی کہاوت کے مطابق اہل مغرب کی زندگی کے کچھ طور طریقے بھانے لگے۔ پھر آگے چل کر، جب وہ اپنی علمی برتری کا سکہ جمانے میں بھی اس حد تک کامیاب ہو گیا کہ صرف اس کے جاری کردہ نظام تعلیم سے نکل کر آنے والے ''تعلیم یافتہ'' کہلائے جانے لگے، تو اب مغربی زندگی کے طور طریقے بن گئے، جن کا اپنانا تہذیبی اور تمدنی ترقی کے ہم معنی ہوا۔ اس طرح مغربیت کے چلن کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوا۔ اور ہماری اپنی معاشرتی قدریں بے قدری کا شکار۔ مغرب کی پیروی اور اپنی قدروں کا تحفظ، یہ دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے کہ مغرب میں سب سے بالاتر قدر ذاتی زندگی میں فرد کی مکمل آزادی وخود مختاری ہے۔ اور اس بے مہار آزادی کے ساتھ ''قدروں'' کا لفظ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

الغرض اس طرح ہماری مشرقی اور اسلامی قدروں سے ٹکرانے والے مغربی زندگی کے چلن ہمارے یہاں مردوں اور عورتوں سبھی میں راہ پا گئے۔ لیکن اگر عورتوں میں اس کا تناسب کم بھی رہا، جب بھی ہمارے لئے وہ نقصان دہ زیادہ ہوا۔ اس لئے کہ نسلوں کے بناؤ بگاڑ کا زیادہ تر انحصار ماؤں ہی پر ہوتا ہے۔ انہیں کے رنگ ڈھنگ سے اولاد کا بنیادی سانچہ بنتا ہے۔ اور اب تک جتنا نقصان اس سے ہو رہا تھا، وہ تو ہو رہا تھا۔ لیکن ادھر اب چند سال سے اس کے نقصان کا پیمانہ وہ ہو گیا ہے کہ اسلامی دنیا اس کا تحمل نہیں کر سکتی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مغرب اور خاص کر اس کا سربراہ امریکہ موجودہ بین الاقوامی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر، جس میں اس سے سوال جواب تک کرنے والا کوئی نہیں رہا ہے، اقوام متحدہ کے عالمی ادارے کو جس طرح اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں لگ گیا ہے، اسی ضمن میں حقوق انسانی کے تحفظ کی وہ تحریک بھی اس ایجنڈے میں سرفہرست آ گئی ہے جو اپنی اصل میں بے شک انسانیت دوست ہے مگر امریکہ اور اس کے مغربی خاندان نے اسے اپنے مفادات اور مقاصد کا آلہ کار بنالیا ہے۔ اس میں بھی خاص طور سے ان حقوق کی جوشق خواتین سے متعلق ہے، اور اس پر سب سے ہی زیادہ زور ہے، اور اس کی بنا پر ہمارے معاشرے کی یہ صورت حال کہ خواتین میں بھی ایک بڑی تعداد مغربیت پسند ہو گئی ہے، ہمارے ملکوں کی آزادی اور خود مختاری تک کو پامال کر سکتا ہے اور اس کا تازہ بہ تازہ اور بالکل سامنے کا ثبوت افغانستان کا المیہ ہے۔

افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے اس کے تعلق سے یہ بات بھلائی نہیں جا سکتی ہے کہ اس المیے کی زمین ہموار

کرنے میں افغانستان کی ان خواتین کا بڑا دخل ہے جن کے دل و دماغ میں آزادیٔ نسواں کے مغربی تصور نے گھر بنالیا تھا طالبان کی حکومت کو نشانے پہ رکھنے کے بعد سب سے پہلے جس ہتھیار کا استعمال اس کے خلاف شروع کیا گیا وہ عورتوں کے سلسلے میں ان کی پالیسی کے خلاف پروپیگنڈہ کا ہتھیار تھا۔ اس کے ذریعے ساری دنیا میں آزادی نسواں کی مغربی تحریک مقبولیت کے جس درجے پر پہنچی ہوئی تھی، اس کا ایک بہت مستند اندازہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے ایک سفرنامۂ افغانستان کے چند اقتباسات سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ سفر مولانا نے ۱۹۷۳ء میں رابطہ عالم اسلامی کے ایک وفد کے سربراہ کی حیثیت سے کیا تھا۔ یہ ظاہر شاہ کا زمانہ تھا مگر بالکل آخری وقت (مولانا کا سفر تمام ہونے کے چند ہی ہفتے بعد ان کا دور بھی اختتام کو پہنچا) مولانا اس سفر میں اپنے رفقاء کے ساتھ افغانستان کے ایک اہم گرلس کالج دیکھنے کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''ہم نے 'ملالی گرلس کالج' بھی دیکھا جو تحریک آزادی کی قائد ایک افغانی خاتون۔ ملالی کی طرف منسوب ہے۔ استاذ احمد محمد جمال نے یہاں ایک موزوں اور مناسب تقریر کی، جس میں انہوں نے شریعت اسلامیہ میں مسلمان عورت کی حیثیت اور مسلم معاشرے میں اس کے حقوق اس کی اہمیت اور قدر و منزلت پر روشنی ڈالی۔ اس کالج میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہم یورپ کے کسی گرلس کالج یا مغربی ممالک کے کسی زنانہ ثقافتی مرکز میں پہنچ گئے ہیں۔ اس جلسے میں احتیاط اور ذہانت کے ساتھ مقرر سے متعدد سوالات بھی کئے گئے، استاذ احمد محمد جمال نے قابلیت اور سلیقہ کے ساتھ ان کے جوابات دیئے۔ کالج کی پرنسپل نے مطالبہ کیا کہ تعدادِ ازدواج کی حرمت کا متفقہ فتویٰ صادر کیا جائے، کیوں کہ اس میں عورت کی سخت توہین ہوتی ہے۔ مقرر موصوف نے اس کے جواب میں وہ اسباب و مصالح بتائے جن کی وجہ سے اسلام نے یہ حق باقی رکھا ہے۔''

افغانی خواتین کے ساتھ ایک نشست کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک نشست ممتاز معزز اور دیندار گھرانوں سے تعلق رکھنے والی مسلم خواتین کی تھی مجلس میں شریک ہونے والی خواتین اللہ کا شکر ہے، اسلامی عقائد سے باغی یا جدید تہذیب و تمدن کے زعم میں دین سے یکسر بیگانہ و بیزار نہیں تھیں'' .... پھر بھی ہم یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ ملک میں مغربی تہذیب بہت آگے جا چکی ہے اور اس کے ثمرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں-- امیر امان اللہ خاں کے دور تک افغانی قوم اسلامی افغانی روایات پر بڑی مضبوطی سے قائم تھی

......لیکن اس وقت صورت حال بالکل مختلف ہے، افغانی قوم اپنے ماضی سے بہت دور جا پڑی ہے، اور یہ دوری ماہ وسال کی تعداد کے اعتبار سے تو بہت کم ہے لیکن فکری اور تمدنی اعتبار سے یہ مسافت بہت طویل ہے، اکثر قومیں کہیں کہیں صدیوں میں اتنی مسافت طے کرتی ہیں، پردہ اب پسماندگی، جہالت اور غربت کی علامت بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے دیہاتوں، گاؤں میں بعض دیندار علماء اور دارالسلطنت سے دور کسانوں کے گھروں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، فرنگی لباس عام ہے۔ پھر بھی قدیم ماحول اور طبیعتوں میں رچی ہوئی اسلامی خصوصیات کے اثرات اب تک ان تعلیم یافتہ مسلم خواتین میں کسی نہ کسی درجے میں موجود ہیں، اس لئے ان کے سوالات اور گفتگو میں توہین واستہزا کا انداز نہیں تھا، بلکہ ہم لوگوں سے دورانِ گفتگو وہ خاصی محتاط رہیں، ان کی باتوں سے دین اور اہل دین کا احترام جھلکتا تھا......لیکن ان کے سوالات سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ غیروں کی تہذیب وتمدن کے اثرات کہاں تک پہنچ چکے ہیں، اور مستشرقین کی تحریریں اور اسلام کے اصول ومبادی اور اسلامی نظامِ حیات کے خلاف ان کا منظم اور منصوبہ بند پروپیگنڈہ اور یورپ کے پھیلائے ہوئے کامل مساوات مرد وزن کے نظریہ کے اثرات کتنی گہرائی تک اتر چکے ہیں......دین کے نمائندہ علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے درمیان پیدا ہونیوالی خلیج بہت وسیع ہوگئی ہے، جس کو پُر کرنا آسان نہیں ہے۔''

مولانا بڑی نرم محتاط زبان کے عادی ہیں، ''ان سے ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو'' یہ ان کا مذاق ومزاج ہے لیکن اس مذاق احتیاط میں ڈوبی ہوئی یہ عبارتیں بھی کیا کچھ نہیں کہے دے رہی ہیں؟ یہ تقریباً ۳۰ برس پہلے کی داستان ہے جو بتا رہی ہے کہ افغانی خواتین یورپ کے نظریہ مساوات مرد وزن کو قبول کر لینے کی راہ پر آج سے اتنے دن پہلے ہی کہاں تک جا چکی تھیں۔

مولانا کا یہ سفرنامہ، جس کا عنوان ہے ''دریائے کابل سے دریائے یرموک تک'' مجھے اس کے پڑھ لینے کا موقع اس کے چھپنے کے ساتھ ہی، یعنی کم از کم ۲۵ برس پہلے مل گیا تھا۔ یہ دریائے کابل سے شروع ہو کر دریائے یرموک تک پڑنے والے پانچ مسلم ملکوں کا سفرنامہ ہے۔ مجھے اس پورے سفرنامے میں کوئی بات اگر آج یاد رہی تو وہ سفر نامے کا صرف یہی حصہ ہے جس کو اوپر نقل کیا گیا۔ اور یہ اس لئے یاد رہ گیا کہ اس کو پڑھتے ہوئے دل ودماغ کو جو جھٹکا لگا تھا وہ بھول جانے والا نہ تھا اور اسی گہری یاد کا نتیجہ تھا کہ ہمارے نیک دل طالبان نے جب اس سرزمین کا اقتدار سنبھالنے پر خواتین کو دورنِ خانہ ہو جانے کا پابند کیا، تو ان کی ہمت مردانہ کو داد دینا پڑی مگر ساتھ ہی دل ڈرا کے دیکھئے!

مغربی تہذیب کو یہ چیلنج جس کو خود اپنی آبادی کا ایک بڑا اور ذی اثر حصہ خود اپنے تئیں چیلنج کے طور پر لے گا، کیا سامنے لاتا ہے، کیا یہ خواتین چین سے بیٹھ جائیں گی، جنھوں نے اب سے تیس برس پیشتر کے زمانے میں رابطہ عالم اسلامی کے ایسے موقر وفد سے جس کی سربراہی حضرت سید احمد شہیدؒ کے خانوادے کے مولانا سید ابوالحسن علیؒ جیسے ایک رکن فرما رہے ہوں مطالبہ کر دیا تھا کہ تعدادِ ازدواج کو حرام کیے جانے کا فتویٰ دلوایئے؟ خاص کر جبکہ یہ خواتین پورا یقین بھی رکھ سکتی ہوں کہ مغرب اپنے تمام وسائل کے ساتھ ان کی پشت پر آئے گا۔ افسوس ہے کہ یہ ڈر غلط ثابت نہ ہوا۔ اور صرف مغرب ہی نہیں ان کا وکیل بن کے آگے آیا، بلکہ ساری دنیا جس کو (بشمول مسلم ممالک) اقوام متحدہ کے رزولیوشنوں کے ذریعے، خواہی نخواہی، عورتوں کیلئے ان حقوق کی فہرست کا پابند کر دیا گیا ہے جن کو مغرب عورتوں کے لئے واجبی حقوق قرار دیتا ہے کچھ نہیں تو خاموشی ہی کے انداز میں مغرب کے ساتھ کھڑی پائی گئی۔ الغرض افغانستان پر ان دنوں جو کچھ بیتی اس میں بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس کے لئے زمین کی ہمواری کا پہلا مرحلہ ان افغانی خواتین ہی کے ہاتھوں مکمل ہوا جن پر مغرب کا افسونِ آزادی کام کر گیا تھا۔ پس اب یہ ہماری خواتین کی مغربیت کا معاملہ ایک زاویئے سے بھی دیکھے جانے کا مستحق ہو گیا ہے، اور یہ پہلے سے کہیں زیادہ اہم۔

یہ خیالات خواتین مذاکرے کی روداد میں سامنے آنے والے اس الم انگیز انکشاف کا نتیجہ تھے کہ ہمارے ایک ملک کی خواتین کے صاحب حیثیت طبقے میں مغرب زدگی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ پارٹیوں میں شراب نوشی کرنے والیوں کا اوسط اسی فی صد تک ہونے لگا۔ لیکن اس انکشاف کا یہ پہلو کہ یہ اسی ملک کی ایک ایسی خاتون کی زبان سے بصد رنج ہو رہا تھا جو نہ صرف اسی طبقے سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ مغرب کے سردار، امریکہ، میں قیام رکھتی ہیں اور ایک کالج میں اپنے شعبہ کی سربراہ ہیں، فوٹو میں ان کا سر کھلا اور بال مغربی وضع کے ہیں۔ پھر بھی انہیں اپنی ہم وطن اور ہم مذہب خواتین سے شراب نوشی کرتے دیکھ کر ایسا افسوس ہو کہ اسی طبقے کی خواتین کے درمیان موقع ملنے پر اپنے رنج و افسوس کا بھرپور اظہار کریں۔ یہ اس انکشاف کا ایسا خوشگوار پہلو ہے کہ جتنا انکشاف نے مکدر کیا تھا اتنا ہی اس کے اس پہلو نے مسرت بخشی۔ مزید مسرت بخش بات وہاں یہ بھی تھی جو اقتباس میں نہیں آئی ہے کہ محترم خاتون نے اسلام آباد کی جس پارٹی کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے، اسی کے ذیل میں یہ بھی بتایا ہے کہ "محترم خاتون نے اسلام آباد کی جس پارٹی کے حوالے سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے، اسی کے ذیل میں یہ بتایا ہے کہ "ان خواتین سے گفتگو کر کے جو بات میں نے محسوس کی، وہ یہ تھی کہ ان میں سے اکثر خواتین نے قرآن نہیں پڑھا تھا، لیجئے! نور علیٰ نور۔ مغرب میں رہنے والی، کالج میں پڑھانے والی، وضع قطع سے فی الجملہ آزاد خیال اور سوچنے کا یہ انداز کہ دیکھوں، اپنی ان بہنوں کو قرآن کی بھی کچھ خبر ہے یا نہیں؟ محترمہ کا یہ بیان ہی یہ بتانے کیلئے کافی تھا کہ ماشاء اللہ وہ قرآن پاک سے ایک مسلم خاتون کی طرح

وابستگی رکھتی ہیں۔لیکن اس روداد کے اندر یہ بات لفظوں میں بھی بایں طور موجود ہے کہ ''میں نے قرآن اچھی طرح پڑھا ہے'' اور اس لئے اپنی اس بہن کے حوالے سے اور زیادہ خوش ہونے کی بات۔مگر محترمہ نے اپنے قرآن اچھی طرح پڑھنے کی بات جس سیاق و سباق میں کہی ہے، اس نے بتایا کہ اتنی نیک دل خاتون کا بھی انداز فکر مغرب سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا ہے۔سچ یہ کہ مغرب نے کم ہی لوگوں کو چھوڑا ہے کہ اس کے علوم یا اس کی سوسائٹی سے رابطے میں اچھی طرح آنے کے بعد بھی ''بے داغ'' رہ جائیں۔مغرب نے عورت اور مرد کی ہمہ جہت برابری کا جو صور پھونکا ہے، عورت تو عورت، مسلم دنیا کے ان مردوں میں بھی جو مغرب سے رابطے میں آ گئے، کم نہیں رہے کہ اس نعرے پر ایمان نہ لے آئے ہوں۔ہماری محترمہ بہن نے اپنے قرآن اچھی طرح پڑھنے کا جو ذکر کیا ہے، افسوس ہے کہ وہ اسی مساوات مرد و زن کی حمایت کے سیاق میں تھا۔ان کا کہنا تھا کہ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ عورت مرد سے کم ہے۔قرآن میں ''قوامون'' کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرد حکمراں ہیں''......آہ!

اُس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ،ساحل سے نہ ٹکرائی

خاتون بفضل خدا قرآن پڑھتی ہیں، سورۂ نساء کی وہ آیت بھی ان کے ذہن میں مستحضر ہے جو مرد و عورت (شوہر اور بیوی) کے رشتے میں اس مساوات کے تصور کی قطعی گنجائش نہیں چھوڑتی جو مغرب ہمیں سمجھتا ہے۔یہی وہ آیت ہے جس میں ''قوّامون'' کا لفظ آیا ہے اور یہ اپنے سیاق و سباق میں کسی ایسے معنی کو قبول کرنے سے قطعی انکاری ہے جس میں مرد کی افضلیت کا تصور قائم نہ رہ سکتا ہو (اگرچہ یہ افضلیت ہرگز اس معنی میں نہیں کہ عورت محکوم ہے، تاہم افضلیت کی مطلق نفی اس آیت کے ساتھ ممکن نہیں) اس کے باوجود اگر ہماری ایسی پڑھی لکھی اور متوازن نظر آنے والی خواتین بھی وہی عام لوگوں کی سی بات کرنے لگیں جس سے مغربی تصور مساوات مرد و زن اور قرآن کے مؤقف میں کوئی فرق سمجھنے کی ضرورت نہ رہے، تو اسے بس اسی موج کا سا المیہ کہا جائے گا جو دریا کی سطح سے تو اٹھی اور چلی تھی، مگر ساحل سے جا ٹکرانا اسے نصیب نہ ہوا اور اس کی وجہ وہی آزادی و خودمختاری کا لپکا، جس کی بنا پر انسان ہر وقت اغوائے شیطانی کا شکار ہو جانے کے خطرے میں رہتا ہے۔اور اسی میں انسان کی آزمائش ہے کہ خدا کے حکم کو آگے رکھتا ہے۔اس فطری کمزوری کے بہاؤ میں بہتا ہے؟ یہ مساواتِ مرد و زن کا مغربی تصور، اللہ کی پناہ! پتہ نہیں اس کو قبول کر لینے والے ہمارے لوگ یہ بات کیسے بھول جاتے ہیں کہ اس تصور کی دراز دستیاں تو اس بارگاہِ قدس تک پہنچنے سے بھی نہیں شرماتیں جہاں کے تصور ہی سے حضرت جبرائیلؑ کے پَر جل اُٹھیں۔خواتین مغرب پوچھتی ہیں کہ اللہ (God) کیلئے مذکر ہی کی ضمیر کیوں استعمال کی جاتی ہے؟ یاد رہے کہ اردو کے برخلاف، عربی میں بھی اور انگریزی میں بھی مذکر اور مؤنث کیلئے

ضمیریں الگ الگ ہیں، ھُو اور ھِی He & She دونوں برابر ہیں، جو چاہو استعمال کرلو......لیکن ان خواتین کا یہ دعوائے مساوات اس وقت یاد آ کے ہنسی کی دعوت دینے لگتا ہے جب یہ مردوں کا جیسا لباس پہن کر، مردوں کے جیسے اسٹائل کے بھاری بھرکم بوٹ پہن کر، ان کی جیسی وضع کے بال کٹا کر، زبان حال سے کہتی نظر آتی ہیں کہ واقعہ میں وہ اپنے آپ کو مردوں کے مساوی نہیں پاتی ہیں۔ انہیں ان بناوٹوں کی ضرورت بالکل اسی طرح ہوتی ہے، جس طرح ایک کم رو کو غازہ و پوڈر کے تکلفات کی۔

اچھا خیر، وہ سورۂ نساء کی آیت جس میں مردوں کیلئے قوامون علی النساء کے الفاظ آئے ہیں، اس کی بات رہی جاتی ہے۔ سو یوں تو پوری آیت کے بغیر اس کا پہلا جملہ ہی بتا دیتا ہے کہ قوامون کے لفظ سے شوہر کو بیوی کے مقابلے میں ایک درجہ بالاتر عطا فرمائی جا رہی ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کو سورۂ بقرہ کی آیت ۲۲۸ میں یہ کہہ کر کہ ''عورتوں کے بھی اسی طرح مردوں پر کچھ حقوق ہیں جیسے کچھ حقوق ان پر مردوں کے ہیں'' فرمایا گیا: ''وللرجال علیھن درجة'' (پر مردوں کا ان کے مقابلے میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے) لیکن جس کسی پر یہ بات اس پہلے جملے سے واضح نہ ہو سکتی ہو۔ اس کیلئے آیت کے آخری الفاظ بہر حال کافی ہو جائیں گے۔ بشرطیکہ وہ ان سے آنکھ بچانے کی کوشش نہ کرے۔ اور یہ الفاظ یہاں سے شروع ہوتے ہیں: **فالصالحات قنتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ**......ان میں نیک اور صالح بیبیوں کی یہ صفت بیان کر کے کہ وہ فرمانبردار و وفادار ہوتی ہیں۔ آگے سرکشی کرنے والیوں کیلئے بدرجہ آخر کچھ ضرب و تادیب تک کی اجازت صریح الفاظ میں دی گئی ہے۔ مغربی خواتین ضرور اس اجازت پہ ناک بھوں چڑھائیں گی۔ لیکن ان کے یہاں موجودہ نظریہ ''مساوات کی تمام تر پختگی بلکہ حکمرانی کے باوجود جو یہ ناقابل انکار واقعہ ہے کہ یہ خواتین اپنے شوہروں کے ہاتھوں بہر حال پٹتی ہیں۔ (جس کی شہادت ان محترم خاتون کی زبان سے بھی، جن کے حوالے سے یہ گفتگو چل رہی ہے، مذکورہ بالا مذاکرہ میں بایں الفاظ پائی جاتی ہے: ''بیویوں کو پیٹا جاتا ہے، اگرچہ عورتوں کو پیٹنا اُن کے روزمرہ کے معمولات میں شامل نہیں ہے، لیکن جب پیٹتے ہیں تو بہت بری طرح پیٹتے ہیں'') پس قرآن پاک جو اس کی اجازت دیتا ہے، جبکہ پیغمبر ﷺ کا رویہ اس کی ہمت شکنی کا تھا، تو اس سے جہاں ایک طرف اس اجازت کا مطلب یہ سمجھنا ضروری ہوگا کہ یہ بدرجہ مجبوری کی بات ہے، وہیں یہ سمجھے بغیر بھی چارہ نہیں کہ یہ عورت و مرد کے رشتہ کا ایسا معاملہ ہے جس کیلئے گنجائش رکھنا ہی پڑے۔ اے اللہ! ہمیں حق دکھا اور اس کی پیروی کا حوصلہ دے۔

(مطبوعہ: الفرقان، لکھنؤ اپریل ۲۰۰۲ء)

محمد الیاس میراں پوری

امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس پر جب کوئی کڑا وقت آیا تو اللہ کا کوئی نہ کوئی برگزیدہ بندہ سر ہتھیلی پر رکھ کر اس کی حفاظت کیلئے میدانِ عمل میں نکل آیا۔ نہ اسے سیم و زر کا لالچ نہ شہرت کی بھوک.......... ایسے لوگوں کے مدنظر ایک ہی مقصد، ایک ہی نصب العین اور ایک مشن ہوتا ہے کہ کسی طرح اللہ کے دین کی سربلندی کی کوشش کی جائے۔ پھر راستے میں مصائب وشدائد اور طعن وتشنیع کے پہاڑ کتنے ہی ٹوٹیں، وہ ان مردانِ حق کا حوصلہ نہیں توڑ سکتے۔

برصغیر کی تاریخ میں، ایسی ہی ایک شخصیت مجاہد کبیر، مرد حریت، امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ آپ کا شمار امتِ مرحومہ کے محسنین، مصلحین اور مجددین میں ہوتا ہے۔ یہ ان کی قربانی اور ان کے سرفروش رفقاء کے ایثار کا نتیجہ ہے کہ آج جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کا ایک آزاد ملک نصف صدی سے زائد عرصہ سے عقیدہ وعمل کی آزادی کی علامت بنا ہوا ہے۔

پیدائش: سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ۶ رصفر ۱۲۰۱ھ (۲۹ رنومبر ۱۷۸۶ء) کو پیر کے دن ''رائے بریلی'' (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔

تعلیم: جب سید صاحبؒ کی عمر چار سال، چار ماہ اور چار دن ہوئی تو شرفاء ہند کے معمول کے مطابق آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ خاندان کا سب سے بڑا سرمایہ یا علم ودین تھا یا پھر ذکر وسلوک کی دولت.......... سید صاحبؒ کی طبیعت تحصیل علم کی رسمی ترتیب کی طرف مائل نہ ہوئی۔ تین سال تک برابر مکتب جاتے رہے لیکن اس مدت میں قرآن پاک کی چند سورتیں حفظ کر سکے۔ اور مفرد حروف کے سوا کچھ بھی لکھنا نہ آیا۔ لیکن یہ بات حد درجہ تعجب انگیز ہے کہ فارسی بخوبی سیکھ گئے اور اس میں بے تکلف بات چیت کر لیتے تھے۔ عربی میں اتنی مہارت پیدا کر لی تھی کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا مطالعہ بطور خود کر لیتے تھے۔ حافظؔ، بیدلؔ اور بعض دوسرے شعراء کے اشعار آپ کو یاد تھے۔ شاہ عبدالعزیزؒ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا ''ان کو تعلّم سے پڑھنا نہ آئے گا۔ بلکہ علم لدنی (باطنی علم) حاصل ہوگا''۔

مردانہ کھیلوں کا شوق: فاضل جلیل مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''آپ کو بچپن سے کھیلوں کا بڑا شوق تھا، خصوصاً مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا بڑا شوق تھا، کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے۔ اکثر لڑکوں کو دو گروہوں میں تقسیم

کر دیتے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے قلعہ پر حملہ کرتا۔ بستی کے ہم عمر لڑکوں سے ایک ''لشکر اسلام'' نامی گروہ مرتب کرتے۔ تمام لڑکے اس کے تحت جمع کرتے۔ بطور جہاد بہ آواز بلند تکبیریں کہتے ہوئے ایک فرضی ''لشکر کفار'' پر حملے کیا کرتے تھے اور ''وہ مارا''، ''یہ فتح ہوا'' جیسی صدائیں ''لشکر اسلام'' سے بلند ہوتی تھیں''۔

جذبہ جہاد: سید صاحبؒ خود فرماتے ہیں کہ عہد طفلی ہی سے یہ بات میرے دل میں جم گئی تھی کہ میں کافروں میں جہاد کروں گا اور اکثر اس کا اظہار ہوتا رہتا۔ تمام اقرباء میرے ان الفاظ پر متعجب ہوتے۔ بعض کہتے کہ یہ بچپن کی اٹکھیلیاں ہیں، بعض نے بار بار یہی سنا تو خیال کیا کہ ممکن ہے یہ سچ کہتا ہو۔ صرف والدہ ماجدہ میرے اس دعوے کو لفظ بہ لفظ درست سمجھتی تھیں۔ آخر ایک روز بعض اقرباء جمع تھے۔ عام دستوں کے مطابق انہوں نے ''دیوانِ حافظ'' سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ۔

تیغے کہ آسانش از فیضِ خود دہد آب

تنہا جہاں بگیرد بے منت سپاہی

ترجمہ: ''ایسی تلوار کہ جس کی دھار کو انقلاب زمانہ خود تیز کیا کریں، وہ افواج وعساکر کے بغیر ہی، دنیا کو زیر کر لیتی ہے''

ایک بڑھیا پاس بیٹھی تھی، اس نے شعر کا ترجمہ سنا تو بولی انہیں (یعنی سید صاحب کو) واقعی سپاہ کی حاجت نہ ہوگی۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جب سید صاحبؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے جہاد کے جذبے سے سرشار ہو کر سرحد جا رہے تھے تو کابل میں بعض اصحاب کو ان کے رفقاء اور اسباب حرب وضرب کی قلت پر سخت تعجب ہوا تھا۔ انہوں نے بھی ''دیوان حافظ'' سے فال نکالی تو یہی شعر نکلا۔

سفر لکھنؤ و دھلی: سید صاحب جوان ہوئے تو والد گرامی کا انتقال ہو گیا۔ حالات کا تقاضا تھا کہ آپ ذمہ دارانہ زندگی میں قدم رکھیں اور معاش کی فکر کریں۔ آپ سترہ سال کی عمر میں اپنے سات عزیزوں کے ساتھ لکھنؤ چلے گئے۔ لکھنؤ، رائے بریلی سے انچاس (۴۹) میل ہے۔ لکھنؤ پہنچ کر سب ساتھی روزگار کی تلاش میں ادھر اُدھر پھرنے لگے مگر روزگار عنقا تھا۔ سید صاحبؒ لکھنؤ سے دہلی چلے گئے۔ وہاں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔شاہ صاحبؒ نے مصافحہ ومعانقہ فرمایا، اپنے برابر بٹھایا اور دریافت کیا ''کہاں سے تشریف لائے؟'' آپ نے فرمایا ''رائے بریلی سے'' فرمایا ''کس خاندان سے ہیں؟'' کہا ''وہاں کے سادات میں شمار ہوتا ہے'' فرمایا: ''سید ابوسعید صاحب اور سید نعمان صاحب سے واقف ہیں؟'' ۔سید صاحبؒ نے فرمایا: ''سید ابوسعید صاحب میرے نانا اور سید نعمان صاحب میرے حقیقی چچا ہیں'' ۔شاہ صاحبؒ نے دوبارہ مصافحہ ومعانقہ فرمایا۔ اور پوچھا ''کس غرض کیلئے اتنے

طویل سفر کی تکلیف برداشت کی؟''۔سید صاحبؒ نے فرمایا:''آپ کی ذات مبارک کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب کیلئے یہاں پہنچا''۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا''اللہ کا فضل اگر شامل حال ہے تو خاندان کی میراث تمہیں ضرور مل جائے گی''۔اس وقت آپ نے ایک خادم کی طرف اشارہ فرمایا:''سید صاحب کو بھائی مولوی عبدالقادر صاحبؒ کے ہاں پہنچا دو،ان کا ہاتھ اُن کے ہاتھ دے کر کہنا کہ اس عزیز مہمان کی قدر کریں اوران کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں۔چنانچہ سید صاحبؒ ،شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اکبرآبادی مسجد میں رہنے لگے۔سید صاحبؒ حسب ارشاد اکبرآبادی مسجد میں شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی صحبت میں رہے۔یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ آپ کو اس مبارک خاندان کے دونوں بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا۔

سید صاحبؒ نے ولی اللّٰہی خاندان کے زیرتربیت رہ کر اسلام کی تبلیغی محنت کو جس انداز اور جس طریقے سے سمجھا اور اپنایا وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔لوگوں کے عقائد ونظریات ،جو کچھ سے کچھ ہو چکے تھے۔قوم جہالت اور شرک کے دلدلی ماحول میں پھنس چکی تھی ،سید صاحبؒ جس علاقے میں جاتے ،پوری بستی آپ کے ساتھ ہوجاتی۔آپ کے ہاتھ پر چالیس لاکھ شرابیوں اورزانیوں نے توبہ کی۔آپ کے وعظ کرنے کا اثر یہ تھا کہ جو کوئی سنتا وہ دھاڑیں مار مار کر روتا۔

نکاح کی ترویج: اس وقت بنگال میں کثرت سے رواج تھا کہ پہلا نکاح تو ماں باپ کر دیتے تھے۔اس کے بعد جس کا جی چاہتا،کسی عورت کو اپنے گھر رکھ لیتا۔اوراس سے بغیر عقد و نکاح کے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا۔آپ نے بنگال کا رخ فرمایا تو چند جید علماء اس خدمت کیلئے متعین ہوئے کہ بیعت کے بعد سو سو، پچاس پچاس آدمیوں کو الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کرتے۔جس عورت یا مرد کے تعلقات بغیر نکاح کے ہوتے اور وہ دونوں وہاں موجود ہوتے تو ان کا نکاح پڑھا دیا جاتا۔اگر دونوں میں سے کوئی ایک غیر حاضر ہوتا،اس کو طلب کر کے اس کا نکاح پڑھا دیا جاتا۔اگر اس کی حاضری ممکن نہ ہوتی تو سخت تاکید کی جاتی کہ جلد اس فرض کو ادا کیا جائے۔سید صاحبؒ کے اس کارنامے کا یہ فائدہ ہوا کہ لوگ زنا سے بچ گئے۔

خلاف شرع لوگوں کا مقاطعہ: برادریوں اور خاندانوں کے چودھریوں اور سرداروں نے اپنے اپنے کنبے،خاندان میں اعلان کر دیا کہ جس نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور شرعی پابندی اختیار نہیں کی اس سے برادرانہ تعلقات منقطع ہیں۔ہمیں اس سے اور اسے ہم سے کوئی سروکار نہیں۔اس اعلان پر اس قدر ہجوم اور دین کا ایسا رواج عام اور شریعت وسنت کا ایسا عروج ہوا کہ چہار دانگ عالم میں سید صاحبؒ کا نام گونجنے لگا۔

شراب کی کساد بازاری: سید صاحبؒ کی کلکتہ میں آمد سے قبل شراب کھلے عام فروخت ہوتی تھی،کوئی روکنے

ٹوکنے والا نہیں تھا۔ سید صاحبؒ کی آمد سے اہل کلکتہ نے اس ''ام الخبائث'' سے چھٹکارا حاصل کرلیا۔ شراب کی دوکانوں کا یہ حال تھا کہ یک لخت شراب بکنی موقوف ہوگئی دکانداروں نے جاکر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلا عذر ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں، جب سے ایک بزرگ اپنے قافلے کے ساتھ اس شہر میں آئے ہیں شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ان کے مرید ہوگئے ہیں اور اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ مذکورہ بزرگ نے تمام نشہ آور چیزوں سے توبہ کرائی ہے۔ اب ہماری تجارت کا یہ حال ہے کہ ہماری دکانوں کے قریب سے بھی کوئی نہیں گزرتا۔

بے پردگی کا انسداد : سید صاحبؒ کی کلکتہ میں آمد سے قبل وہاں پردہ کا کوئی رواج نہیں تھا۔ امراء اور تجار کے نوکر چاکر بے تکلف مالک کے گھر میں چلے جاتے تھے اور جو چیز دینی ہوتی ان کو دے آتے تھے، جو لینی ہوتی تھی، لاتے تھے۔ عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ سید صاحبؒ نے لوگوں کو پردہ کرنے کے شرعی احکام سے آگاہ کیا، ان سے وعدہ لیا کہ پردہ کا مکمل اہتمام کریں گے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلکتہ میں پردہ کا عام رواج ہوگیا۔ کوئی عورت بغیر پردہ کے نظر نہ آتی تھی۔

سید صاحب کی تحریک : امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک ''جماعت مجاہدین'' احیائے دین اور احیائے خلافت راشدہ کی باوقار منظم اور جذبۂ حریت سے بھرپور تھی۔

سید صاحبؒ نے جب یہ تحریک تشکیل دی تو آپ کو معلوم ہوا کہ پنجاب پر راجہ رنجیت سنگھ کی حکومت ہے اور اس نے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر کے رکھی ہے، قتل و غارت گری بام عروج تک پہنچ چکی ہے، مساجد کی بے حرمتی روز کا معمول بن چکا ہے، لاہور کی بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا گیا ہے، ان حالات کو جاننے کیلئے سید صاحبؒ نے اپنے ہونہار شاگرد مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ کو حکم دیا کہ جاکر معلوم کر کے آؤ کہ واقعی راجہ رنجیت سنگھ نے مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے سات ماہ تک مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔ آپ نے دیکھا کہ راجہ رنجیت سنگھ کی فوجوں نے بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا ہے، شراب کھلے عام فروخت ہورہی ہے، نوجوان مسلمان بچیوں کی عزتوں پر حملہ کیا جارہا ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے اپنے مرشد و مربی امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کو ان سنگین حالات وواقعات کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اعلان جہاد کردیا۔ اس وقت مسلمانوں پر افسردگی و بے چارگی طاری تھی۔ ان کے درمیان حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہنگامہ بلاخیز برپا تھا۔ یہاں تک کہ جہاد کی عظمت و حرمت کے اندازہ شناس بھی بہت کم لوگ تھے۔ اکثریت اس کے نام ہی سے ہراساں اور گریزاں تھی۔ سید صاحب کے اعلانِ جہاد کا مقصد و مدعا حصول آزادی اور غیر اسلامی وغیر اخلاقی رسومات کا خاتمہ تھا۔

آپ تبلیغ کیلئے کسی مادی معاوضے یا دنیوی منفعت کے کبھی طلب گار نہ ہوئے۔ جب مجاہدین کی یہ جاں نثار و جانباز جماعت فتوحات حاصل کرتی چلی گئی تو راجہ رنجیت سنگھ نے بذریعہ قاصد، سید صاحبؒ کو پیغام بھیجا کہ ''سید احمد! مزید پیش قدمی نہ کرو، آدھی سلطنت لے لو لیکن آگے نہ بڑھو''۔ سید صاحبؒ نے شیر کی طرح للکارتے ہوئے دلیرانہ جواب دیا: ''راجہ رنجیت سنگھ! میں اقتدار کے لالچ کیلئے یہاں تک نہیں آیا بلکہ میں قوم کو تیرے ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے آیا ہوں''۔

رزم گاہ بالاکوٹ : جذبہ جہاد سے سرشار یہ جماعتِ مجاہدین اپریل ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ پہنچی، بالاکوٹ، ضلع ہزارہ کی تحصیل مانسہرہ کا مشہور قصبہ ہے، اور تحصیل کے شمالی و مشرقی گوشے میں وادی کاغان کے جنوبی دہانے پر پاسبان کی حیثیت میں کھڑا ہے۔ سید صاحبؒ جب بالاکوٹ پہنچے تو سکھوں کا لشکر دریائے کنہار پر بالاکوٹ سے دو اڑھائی کوس جنوب میں نیچے تھا، جب سکھوں کا لشکر اوپر کی طرف آیا تو ادھر سے غازیوں نے اپنے اپنے ہتھیار لے کر ان کا تعاقب کیا۔ اس جھڑپ میں دشمنوں کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ جو لوگ بچے وہ پہاڑ کے دامن میں چھپ گئے۔ پہاڑ کے اوپر لشکر کا سکھ افسر شیر سنگھ بیٹھا تھا، اس نے اپنی فوج کی پسپائی دیکھی تو کہنے لگا، ''ارے سکھو! کہاں بھاگتے ہو؟ لاہور دور ہے''۔ اس وقت سکھوں کے ترم نواز (ایک ساز کا نام) نے ترم بجایا اور اس کی آواز میں کچھ کہا، اس کی آواز سنتے ہی جو سکھ بھاگ کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے تھے، وہیں سے مجاہدین اسلام پر فائرنگ کرنے لگے۔ اس وقت کچھ غازی تو ان کے مقابلے میں رہے، باقی سب میدان کارزار میں سید صاحبؒ کو تلاش کرنے لگے جو دشمنان اسلام سے پنجہ آزمائی کیلئے اکیلے ہی سکھوں کے لشکر میں گھس گئے تھے، ان کی عدم موجودگی ان کے ممتاز شاگرد مولانا شاہ اسماعیل دہلویؒ نے مجاہدین کو منظم کر کے سکھوں پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے، جس سے سکھ فوج حیران و پریشان ہوگئی۔

سید صاحبؒ کی شہادت : سید صاحبؒ کی شہادت کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں، کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ سید صاحبؒ جب سکھوں کی فوج میں پنجہ آزمائی کیلئے چلے گئے تھے تو لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا، جبکہ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ لشکر کفار نے شب خون مار کر سجدے کی حالت میں، گردن قلم کر کے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۲ رمئی ۱۸۳۱ء کا ہے۔ سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔

شاہ اسماعیل دھلویؒ کی شہادت اور ایک واقعہ : شاہ اسماعیل دہلوی شمشیر بکف چار دن تک سکھوں کا مقابلہ کرتے اور دشمن فوجوں کو ناکوں چنے چبواتے رہے۔ دوران جنگ کسی بد بخت ازلی نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر دی، شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اس خبیث کو للکارتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! اس وقت تک نہیں مروں گا، جب تک تیری گردن نہ کاٹ دوں، وہ آدمی خوف زدہ ہوگیا۔ کتب ثقہ کی روایت ہے کہ جب اللہ کا کوئی

برگزیدہ بندہ قسم کھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ شاہ صاحبؒ اس شاتم رسول کے تعاقب میں تھے کہ عقب سے ایک دشمن فوجی نے زبردست وار کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے گہرے زخم کی پرواہ کئے بغیر برق رفتاری سے آگے بڑھ کر اپنی تلوار پوری قوت سے شاتم رسول کے سینے میں اتار دی، وہ چکرا کر گرا اور جہنم واصل ہو گیا، پھر شاہ صاحبؒ بھی اس دشمن رسول کے اوپر گرے اور شہید ہو گئے۔ یہ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کا دن تھا۔

سید صاحبؒ کا مدفن: سید صاحبؒ چونکہ شرک و بدعات اور رسم و رواج کے خلاف تھے، انہیں خدشہ تھا کہ لوگ کہیں ان کی قبر پر دوسرے بزرگان دین کی قبروں کی طرح اُن پر ہوتا ہوا شرک نہ شروع کر دیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ نے دعا کی تھی کہ یا اللہ! میرے مدفن کو اس گناہ سے بچانا۔ آپ کا سر دریائے کنہار کے ایک طرف دفن ہے اور دھڑ دریا کے دوسرے کنارے پر دفن ہے۔

پاکستان کے معروف شاعر جناب علیم ناصری اپنی تخلیق ''شاہنامہ بالاکوٹ'' میں سرزمینِ بالاکوٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں.........

جہاں باطل کو حق سے برسرِ پیکار ہونا ہے — نصیبِ خاکِ بالاکوٹ کو بیدار ہونا ہے
جہاں ذروں کو اٹھ کر مہرِ عالم تاب بننا ہے — جہاں قطروں کو مٹ کر، گوہر نایاب بننا ہے
جہاں جذب و جنوں کا اک جہاں تعمیر ہونا ہے — جہاں کی ظلمتوں کو مرکزِ تنویر ہونا ہے
جہاں کے سنگریزوں کو گلستانوں میں ڈھلنا ہے — جہاں سے کارواں کو پھر نئی راہوں پہ چلنا ہے

شهدائے بالاکوٹ کا پیغام: شہداء بالاکوٹ نے امت مرحومہ کو یہ پیغام دیا کہ.........

ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کیلئے جدوجہد کرتے رہے، جہاں ہم اللہ کی منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کی زندگی گزار سکیں، جہاں ہم دنیا کو عظمت کا قائل کر سکیں، جہاں نفس و شیطان حاکم و سلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو۔ مخلوق میں خالق کا نظام چلا کر دنیا میں حقیقی امن قائم کیا جائے، اس دنیا میں قرآن کی حکومت ہو، اسلام کی حیثیت مسافر کی سی نہ ہو، یہی شہدائے بالاکوٹ کا پیغام اور یہی امت مرحومہ کی کامیابی کی نوید ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

❁ ❁ ❁

محسن اقبال

سقوطِ کابل، سقوطِ غرناطہ اور سقوطِ ڈھاکہ سے بڑا المیہ ثابت ہوگا

اسامہ بن لادن کانچ کے جرنیل نہیں مرد آہن ہیں

کیوبا کے قید خانے میں القاعدہ کے قیدی زندہ جنتی ہیں

سب باتوں کو ریکارڈ کر رہے ہیں، وقت آنے پر قرآن اور سنت کے مطابق فیصلہ ہوگا

ہمارے پاس ایک انچ زمین بھی ہوئی تو اس پر اللہ کا قانون نافذ ہوگا

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کا روزنامہ پاکستان سے انٹرویو

افغانستان میں دہشت گردی کے خاتمے کیلئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اسامہ بن لادن، ملا عمر اور القاعدہ کے نیٹ ورک کے خاتمے کیلئے ''انفینیٹ جسٹس'' کے نام سے جو آپریشن شروع کیا تھا، وہ گزشتہ چھ ماہ سے جاری ہے۔ اب اس کا دائرہ کار افغانستان سے پاکستان تک پہنچ چکا ہے۔ گزشتہ کئی ماہ سے طالبان حکومت کے امیر المؤمنین ملا محمد عمر کا کوئی اتا پتا نہیں، روزنامہ ''پاکستان'' نے تقریباً تین ماہ قبل ایک سوال نامہ طالبان کے قریبی ذرائع سے افغانستان روانہ کیا تھا اور بالآخر طویل مسافتیں طے کرتے ہوئے ''پاکستان'' کی طرف سے ملا محمد عمر کو بھیجے گئے سوالوں کے جوابات تحریری طور پر موصول ہوگئے۔ یہ جوابات ایک خط کی صورت میں پہنچے ہیں جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خط اور جوابات کی تفصیل نذر قارئین ہے۔

میری خواہش تھی کہ آپ جیسے درد دل رکھنے والے مسلمان سے ہم خود ملیں، لیکن فی الحال یہ ممکن نہیں ہوسکتا، میری طرف سے آپ کے سوالوں کا جواب ہمارے دوست کی وساطت سے ملے گا۔ اس کا ثبوت صرف اللہ کے پاس ہے کہ یہ جوابات میری طرف سے ہیں۔

افغانستان میں آگ اور خون کا کھیل جاری ہے اور جاری رہے گا۔ کیونکہ ابلیس کے کارندے امریکہ کے ساتھ چالیس سے زائد ممالک کی شیطانی قوتوں نے مل کر غریب ترین علاقے کو تباہ کر دیا ہے۔ آپ جلد ہی ان شاء اللہ ہماری طرف سے اچھی خبریں سنیں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ نہتے مسلمانوں کو ہلاک کرنے کیلئے جتنا بارود افغانستان میں استعمال ہوا ہے اور کہیں نہیں ہوا۔ کوئی بھی خدا کا بندہ امریکہ سے نہیں پوچھتا کہ اس نے کس گناہ کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمان افغان عوام ان

کے بچوں، عورتوں اور جوانوں کو خطرناک بمباری سے ہلاک کیا۔ اللہ کی مدد سے ان شاء اللہ ہم لوگ سب باتوں کو ریکارڈ کرتے رہے ہیں، پھر وقت آنے پر ان شاء اللہ قرآن وسنت کے مطابق تمام اقدام کریں گے اور فیصلہ ہوگا۔ اس وقت دنیا کی کسی عدالت میں ہمارا مقدمہ داخل نہیں ہوا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی عدالت میں ہمارا مقدمہ داخل ہو چکا ہے۔

اس وقت دنیا میں کوئی امریکہ اور اس کے ساتھیوں سے نہیں پوچھتا کہ افغانستان پر اتنا ظلم کیوں کیا جارہا ہے، لیکن اس کی سزا نہ صرف امریکہ بلکہ اس کے اتحادیوں کو بھی ملے گی (ان شاء اللہ) کیونکہ اللہ کی عدالت میں انصاف ہوتا ہے اور مکافات کا عمل شروع ہو چکا ہے اور سب سے پہلے آپ لوگ اس زد میں ہیں۔

مسلم اُمہ نے جو پالیسی بنائی اور جہاں کھڑا ہونا پسند کیا، اس کا نتیجہ مسلم امہ کو بھگتنا پڑے گا۔ ساری مسلم دنیا کا دفاع وسلامتی اور اقتصادی و جغرافیائی سرحدیں غیر محفوظ ہو چکی ہیں۔ امریکہ مکمل طور پر مسلم امہ میں داخل ہو چکا ہے۔ طالبان کی حکومت کا خاتمہ دراصل مسلم امہ کا خاتمہ ہے۔ یہ خالص صلیبی جنگ ہے، خلافت عثمانیہ کو بھی یہود ونصاریٰ نے ختم کیا ہے۔ طالبان کی وقتی طور پر پسپائی اندرونی و بیرونی غداروں اور وطن فروشوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یاد رکھو! سقوطِ کابل، سقوطِ غرناطہ اور سقوطِ ڈھاکہ سے بڑا المیہ ثابت ہوگا۔ یہ آئندہ کیلئے آنے والے بہت سے سانحوں اور سقوطوں کا پیش خیمہ ہے۔ آپ ہماری فکر چھوڑیں ہم نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے۔ آپ کو اپنی فکر کرنی چاہیے، بش اور واجپائی ایک ہی زبان بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے (آمین) آپ کے سامنے توحید کے پروانوں پر کارپٹ بمباری کی گئی۔ افسوس مسلمان اس وقت منظم نہیں ہیں۔ تیل کی طاقت اور امریکی بنکوں میں ڈالروں کے ڈھیر کے باوجود مسلمان کمزور ہیں۔ مسلم امہ ناکارہ ہو چکی ہے اور اپنی آزادانہ سوچ، اسلامی حمیت اور دینی غیرت سے عاری ہے۔ امریکہ پاکستان سے اپنا کام لے چکا ہے اور اب وہ جو آپ کے ساتھ سلوک کرے گا وہ آپ کو پتہ چل جائے گا۔'

بش نے کہا یہ صلیبی جنگ ہے، ہم نے کہا کہ ہمیں یہ جنگ قبول ہے اور اب جب تک امریکی تہذیب جس کو وہ محفوظ کرنا چاہتا ہے وہ تباہ نہیں ہو جاتی، یہ جنگ کسی نہ کسی طور پر یا صورت میں جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

دنیا دیکھ چکی ہے کہ پانچ سال تک افغانستان میں کوئی خانہ جنگی نہ تھی۔ اسلامی قوانین کے ذریعے جرائم پر قابو پایا جا چکا تھا۔ امن وامان کی بہترین صورت حال تھی۔ منشیات کا مکمل خاتمہ تھا، بیرونی قرضہ بھی نہ تھا ہم اس سے بالکل بے نیاز تھے، سادگی اور قناعت سے کامیاب حکومت چل رہی تھی۔ ہم آج بھی بش اور بلیئر اینڈ کمپنی کو متنبہ کرتے ہیں کہ تہذیب وثقافت کی لڑائی جنگی ہتھیاروں سے نہیں اخلاقی قوت سے لڑی جاتی ہے اور چونکہ آپ کی تہذیب کی اخلاقی اقدار اور روایات قانون فطرت کے خلاف ہیں، اس لئے مکمل تباہی اور شکست بالآخر ان کا مقدر بنے گی۔

صبح دو روپے کے بلیڈ سے داڑھی منڈوانے والے، اپنے کو اعلیٰ قرار دینے والے دانشور جن کو جہاد فی سبیل اللہ سے آج کل اتنا ہی بیر ہے، اتنا ہی یہودیوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کو ہے۔ جہاد کا مذاق اڑانے والے دانشوروں کو علم ہونا چاہیے کہ پورے مدینہ منورہ میں صرف رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہی وہ دانشور تھا جو جہاد کا منکر تھا اور موجودہ دور میں انگیزوں سے نبوت حاصل کرنے والے غلام احمد قادیانی اس کا منکر تھا۔ جہاد کے منکر کسی ایک کی بیعت کر لیں تاکہ مخالفت شرعی نہیں تو تاریخی جواز ہی مل جائے۔

امریکی اس وقت کرۂ ارض پر بدترین قوم ہیں مگر ہمیں گلہ صرف مسلمانوں سے ہے جو شکاگو میں مزدوروں کے بہائے گئے خون پر تو نوحہ رقم کرتے ہیں مگر ہزار بے گناہ افغانوں کا خون ان کو نظر نہیں آتا۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے علمبردار کدھر ہیں؟ پاکستان میں ہندو عورتوں کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے والی عورتیں اور مغربی لابی کی ایجنٹ بیگمات کیوں خاموش ہیں؟ اسقاط کو عورت کا حق قرار دینے والی روشن خیال، خواتین کو ہزاروں لاکھوں افغان خواتین کا قتل کیوں نظر نہیں آتا؟

اسامہ میرا بھائی ہے، وہ آج بھی افغان قوم کے ساتھ افغانستان میں ہمارے درمیان خیمہ زن ہے۔ وہ ملت کا عظیم بیٹا ہے جس نے دولت لوٹی نہیں، لٹائی ہے وہ قوتِ ایمانی اور غیرت دینی رکھتا ہے۔ وہ عزتوں کا رکھوالا ہے، سراپا جہاد اور اللہ کا داعی ہے، مرد میدان ہے، جدھر کانچ کے جرنل نہیں، فولاد کے مرد آہن ہی ٹھہر سکتے ہیں۔ اسامہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر دنیا بھر کی باطل طاغوتوں کے خلاف معرکہ آراء ہے، وہ تساہل پسند نہیں بلکہ مشقت پسند ہے، وہ ان پڑھ مُلا نہیں، جدید تعلیم یافتہ ہے، جس کی حالاتِ زمانہ پر نظر ہے، مدمقابل پر اس کا وار ہمیشہ کاری پڑتا ہے، اس لئے امریکہ اس سے خائف ہے، کافر کو ڈر ہے کہ کہیں امت مسلمہ اس کی قیادت میں متحد نہ ہو جائے۔ سامراج اس کو مٹانا چاہتے ہیں مگر ہم سب کا ایمان ہے کہ موت زندگی کی حفاظت کرتی ہے، جیت اور ہار کے ترازو بھی سب کے اپنے ہیں، کوئی بظاہر جیت کر بھی ہار جاتا ہے اور کوئی بظاہر ہر ہارنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد سے جیت رہا ہوتا ہے۔

آپ میں سے لوگ کہتے ہیں کہ طالبان نے ہمارے قیمتی مشورے کیوں نہ مانے اور ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ یاد رکھیں کہ اگر طالبان نے اللہ کی ذات پر بھروسہ اور امید نہ لگائی ہوتی تو شاید آپ کے مشورے مان لیتے اور اپنی آخرت تباہ کر چکے ہوتے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ ایسا کریں گے۔ ان شاء اللہ!

ہمارا یہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے کہ اگر ایک انچ زمین بھی قبضہ میں ہوئی تو وہاں پر بھی صرف اللہ کے احکامات نافذ ہوں گے۔ آپ نے پوچھا ہے کہ طالبان نے اسامہ کو امریکی کافروں کے حوالے نہ کر کے کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟ مادہ پرستی کی آنکھوں سے دیکھا جائے اور بزدلوں کے دھڑکتے ہوئے خوفزدہ دلوں سے سوچا جائے تو یقیناً ہم نے کھویا ہی کھویا

ہے۔البتہ بزدلی بے غیرتی، نام نہاد حکمت عملی اور دور اندیشی کی سیاہ عینک اتار کر قرآن و حدیث کے اصول وضوابط اور عقیدہ ونظریہ کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کھویا پایا ہی پایا ہے۔

ہمیں پتھر کے زمانے کے لوگ کہلانے پر فخر ہے۔اسی لئے اپنے موقف پر ڈٹ گئے ہیں چونکہ پہلے ثبوت بعد میں کچھ اور۔اگر نرم ونازک جہاد وقتال سے گریز، دور جدید کے کمانڈو ہوتے تو شاید ۲۴ گھنٹوں سے بھی پہلے شیخ اسامہ کو طشتری میں رکھ کر پیش کر چکے ہوتے۔اگر آپ قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سچا مانتے ہیں تو سنئے ہم نے کیا پایا ہے۔

ہماری قوت بھر پور انداز میں قائم محفوظ ہے۔ہم امریکہ کے لئے آسان سا ہدف نہیں۔ہمیں گوریلا کارروائیوں میں آسانی ہوگی۔بغاوتوں اور کئی بڑے سانحے سے بچ گئے۔بے پناہ ہلاکتوں کا سلسلہ بہت کم ہوگیا۔کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہوگئی۔طالبان کے بہت سے جوانوں کو شہادت کا بلند رتبہ ملا ہے۔

میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب کافر امریکہ کو تباہ کردے گا اور جلد ہی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس امر کی نشاندہی بھی ہوجائے گی البتہ وہ لوگ جن کے سروں پر بزدلی اور ذلت کا خوف سمایا ہوا ہے وہ سیکولرازم کی بدبودار چادر لپیٹے ہوئے ہیں وہ ان باتوں کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔میں آپ کے بیشتر سوالوں کا جواب اوپر دے چکا ہوں مگر اس کے باوجود آپ کے سوالوں کا ترتیب کے ساتھ جواب دے رہا ہوں۔

سوال : آپ نے اسامہ کی وجہ سے اپنا ملک کیوں تباہ کروایا اس کی کیا وجوہات تھیں، اسامہ سے تعلق کی نوعیت کیا تھی؟ اسامہ نے ایسا کون سا کام کیا کہ اتنی قربانی دی گئی؟

ملا عمر : کافی بات اوپر بھی بتادی ہے۔مسلمان کے تعلقات کی نوعیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوئی ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے نفرت کرتے ہیں۔

سوال: طالبان کے قیام کی وجوہات کیا تھیں اور اس کا کیا ہدف حاصل کیا ہے؟

ملا عمر : اسی بارے میں آپ کو تمام تفصیلات معلوم ہیں۔الحمدللہ صرف حاصل ہوا اور مزید ہورہا ہے۔

سوال: طالبان اور پاکستان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟

ملا عمر : پاکستان کو ہماری ضرورت ہے اور رہے گی۔

سوال : طالبان کا مستقبل کیا ہے۔آپ کیا امید رکھتے ہیں؟

ملا عمر : ہم اللہ کے گھر سے پُر امید ہیں۔آپ دوبارہ تبدیلیاں دیکھ رہے ہیں۔

سوال : طالبان نے تو حکومت چھوڑ دی اب اسامہ کا مستقبل کیا ہے، کیا وہ اب بھی افغانستان میں ہیں اور آپ کا آخری

مرتبہ ان سے کب رابطہ ہوا؟

ملا عمر : ہم سب کا مستقبل اللہ کے فضل سے ایک ہے۔ اسامہ ہمارے ساتھ ہی جئیں گے اور ساتھ ہی مریں گے۔ ان سے رابطہ ہوتا رہتا ہے اور وہ محفوظ ہیں۔

سوال: نئی عبوری حکومت کو آپ کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

ملا عمر : پچھلے بیس سال سے ایسی ہی حکومت کو قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے مگر نتیجہ ناکامی ہے۔ ہم غلط کاروں دہریوں اور ملحدوں کی حکومت قبول نہیں کریں گے، ایسی بری حکومت میں شمولیت پر موت کو ترجیح دیں گے۔

سوال: طالبان نے ابتدائی حملوں میں بھرپور مزاحمت نہیں کی اس کی کیا وجہ تھی جبکہ طالبان سے اس حوالے سے بڑی توقعات وابستہ تھیں؟

ملا عمر : ہمارے نزدیک بہت بڑا مقصد ہے جو انسانی فہم وادراک سے بالا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل رہی تو یہ بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ آپ میری یہ بات یاد رکھیں، ان شاء اللہ امریکہ اور اس کے اتحادی حواری منہ کے بل گریں گے۔

سوال: کیا امریکی ٹارگٹ طالبان حکومت کا خاتمہ، اسامہ کو گرفتار کرنا، القاعدہ کا نیٹ ورک ختم کرنا یا تیل کے ذخائر پر قبضہ کرنا تھا؟

ملا عمر : تمام باطل قوتوں کا سرغنہ اس وقت امریکہ ہے، چاہے وہ انفرادی ہو یا اتحادی ان کا ہدف مسلم امہ کی تباہی ہے اور کچھ نہیں، باقی ٹارگٹ تو خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔

سوال : امریکہ افغانستان سے مستقبل میں کیا فوائد حاصل کر سکتا ہے؟

ملا عمر : فوائد تو نہیں البتہ اپنی تباہی کے عمل کو تیز ضرور کر سکتا ہے اور جس کی ابتداء ان شاء اللہ ہوا ہی چاہتی ہے۔ اس کی تباہی ہمارا مقصد حیات ہے۔ ہم ٹھوس منصوبہ بندی کر چکے ہیں۔ ہم امریکہ کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔

سوال: آپ پر الزام ہے کہ طالبان نے سنکیانگ میں بھی کارروائیاں کی ہیں۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ملا عمر : یہ گمراہ اور بے دین عناصر کا شر انگیز پروپیگنڈہ ہے۔

سوال : افغانستان کے زوال میں کیا آپ کو کوئی اہتمام حجت نظر آتا ہے؟

ملا عمر : کیوں نہیں، بلکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ کار ہے اور سنت نبی بھی۔ وہ کسی قوم کو تباہ نہیں کرتا جب تک اہتمام حجت نہ کرے۔ یہ اہتمام حجت مسلم امہ کے لئے ہے جو ایک ارب سے زائد ہو کر بھی بھیڑ بکریوں سے بدتر ہو گئے ہیں۔ یہ ایک ارب ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارننگ ہے۔ اگر افغانستان جیسے

پسماندہ ملک میں شریعت نافذ ہو سکتی ہے تو ان کے ممالک میں کیوں نہیں ہو سکتی؟

سوال: کیا اسامہ اور صدام حسین میں کوئی مماثلت ہے؟

ملا عمر: ہرگز نہیں، زاغ اور شاہین میں کافی فرق ہوتا ہے۔

سوال: مستقبل میں آپ کس طرح قوت یکجا کر کے دوبارہ اقتدار حاصل کریں گے؟

ملا عمر: اقتدار حاصل کرنا کبھی بھی ہمارا مقصد نہیں رہا، ہم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو ختم کریں گے۔ ان شاءاللہ اس کیلئے ہمارے پاس ٹھوس منصوبہ ہے۔

سوال: آپ پاکستان کے کردار کو موجودہ صورت حال میں کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ملا عمر: آپ کا یہ سوال ہی غلط ہے، پاکستان اور پاکستان کی حکومت دو علیحدہ چیزیں ہوتی ہیں۔ حکومت تو ہمیشہ مریکہ کی رہی ہے۔ پاکستان جب آزاد ہوگا پھر اس کا کردار بھی ہوگا۔

سوال: کیا افغانستان آئندہ دنوں میں مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گا؟

ملا عمر: کبھی نہیں ان شاءاللہ تعالیٰ۔

سوال: کیا طالبان کی حکومت چلے جانے سے پاکستان میں جہادی تنظیموں اور دینی جماعتوں پر بھی سختی کی جائے گی؟

ملا عمر: اب تک آپ کو جواب نہیں، جوابات مل چکے ہیں، مزید انتظار کریں۔

سوال: اس مشکل میں پاکستان سمیت دنیا کی بہت ساری جہادی تنظیموں اور دینی تنظیموں نے آپ کی کس حد تک مدد کی؟

ملا عمر: مجموعی کارکردگی زبانی جمع وتفریق اور پاکستان میں اپنی اپنی دکانداری چمکانے تک رہی۔ البتہ پاکستان کی دو تنظیموں نے جان و مال سے ہم سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اجر دے گا اور ہماری آنے نسلیں ان کا احسان ضرور یاد رکھیں گی۔

سوال: افغانستان میں غیر ملکیوں نے جہاد میں اہم کردار ادا کیا ہے ان کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

ملا عمر: وہ اسلام کی عظیم فرزند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، ان کے بارے میں ہم عاجز انسانوں کے کیا تاثرات ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے جنت چھین کر لے گئے ہیں۔ زندہ دیکھنے ہوں تو کیوبا کے قید خانے ہی دیکھ لیں۔

سوال: ۱۱ ستمبر کی دہشت گردی میں اسامہ کا کس حد تک ہاتھ ہے؟

ملا عمر: اس کا صحیح جواب تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور انسانیت کے مجرم کے پاؤں کا نشان تل

ایبب کی طرف جاتا ہے۔

سوال : کیا آپ ۱۱ر ستمبر کے واقعات کو دہشت گردی تصور کرتے ہیں؟

ملا عمر : دہشت گردی سے آپ کی کیا مراد ہے۔ ۱۲ر اکتوبر کے بعد سے افغانستان، فلسطین کشمیر اور بھارت میں جو امن کے میلے لگے ہوئے ہیں، وہ کیا ہیں؟ ۱۱ ستمبر کا واقعہ تو ایک بہت معمولی واقعہ ہے۔

سوال: آپ غداروں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

ملا عمر : ان کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں سلوک کیا جائے گا۔

ملا محمد عمر............جناب عطاء الرحمٰن کا تاثر

درمیانہ قد، سپاٹ چہرہ، اس پر کہیں کہیں چیچک کے داغ، پتلا جسم، جہاد میں حصہ لینے کی وجہ سے باقی رہ جانے والی ایک آنکھ، لیکن دوربین نگاہ، کم گفتار لیکن پختہ کردار، علم سے زیادہ عزم، بیان میں پیچھے ایمان میں بہت آگے۔ لباس سادہ لیکن سراپا ایسا کہ دیکھتے ہی نظریں جھک جاتی ہیں۔ طالبان کے امیرالمومنین امریکہ کی نظروں میں رئیس المغضوبین۔ اسامہ بن لادن کے میزبان، اس دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے مہمان۔ پاکستان کو اپنا محبوب جانتے ہیں لیکن پرویز مشرف انہیں معتوب گردانتے ہیں۔ ملا عمر اس عہد کی ایسی شخصیت ہیں جن کا تصور پرانی کتابوں میں ملتا ہے، لیکن جو آنے والے زمانے میں درجنوں کتابوں کا موضوع ہوگا۔ اس کی زندگی پر داد تحقیق دی جائے گی۔ اس کے طلسماتی کردار پر ناول اور افسانے تخلیق کیے جائیں گے۔ ملک افغاناں کے اولوالعزم رہنماؤں میں محمود غزنویؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ کے بعد شاید انہی کا ذکر آئے گا۔ درمیان کے تمام ملوک دب کر رہ جائیں گے۔ معلوم نہیں مورخ انہیں فاتح لکھیں گے یا بظاہر شکست سے ہمکنار ہونے والا۔ انہیں ملک افغاناں کو واحد سپر طاقت کی جانب سے جہنم زار بنا کر رکھ دینے والے کے طور پر بھی یاد کیا جاسکتا ہے۔ اس کا فیصلہ آنے والے دور کرے گا۔ ابھی تو امریکیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں چھپے ہیں؟ ان کے حامیوں کو یقین نہیں کہ زندہ ہیں یا حیاتِ جاوداں اختیار کر چکے ہیں۔ جہاں بھی ہیں، انمٹ ہو چکے ہیں۔

(بشکریہ: روزنامہ ''پاکستان'' ۱۴ر اپریل ۲۰۰۲ء)

پروفیسر خالد شبیر احمد (قسط نمبر ۳)

اکابرِ اسلام اور قادیانیت

اسی طرح اشعار میں بھی آپ نے ختم نبوت کی اہمیت کو اس طرح سے واضح کیا۔

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است　　پردۂ ناموس دینِ مصطفٰے است

قوم را سرمایۂ قوت ازو　　حفظِ سر وحدت ملت ازو

دل زغیر اللہ مسلمان می کند　　دل زغیر اللہ مسلمان مجا کند

نعرۂ لاقوم بعدی می زند

ختم نبوت کے بغیر رسالت کا عقیدہ مکمل نہیں ہوتا اور رسالت کا ہی یہ معجزہ ہے کہ بے شمار نسلوں اور بے شمار ثقافتوں کے لوگ ایک مرکز پر آ کر ہم نوا اور ہم مدعا ہو جاتے ہیں۔ کثرت ایک نقطۂ وحدت میں آ کر سرخرو ہوتی ہے اور یہی وہ وحدت ہے جو ہمارے دل و دماغ میں رچ بس گئی ہے اور ہم زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ اب افراد آتے اور جاتے رہیں گے۔ زمانہ اپنے تغیرات کے ساتھ رواں دواں رہے گا۔ لیکن ملتِ اسلامیہ ان تمام حالات سے بے نیاز ہو کر محض نسبتِ حضور اکرم ﷺ کے بل بوتے پر ہمیشہ قائم و دائم رہے گی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ حضور اکرم ﷺ پر دین مکمل ہو گیا ہے۔ جیسے آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ویسے آپ کی امت خاتم الامم ہے۔ ملت اسلامیہ کے علاوہ جتنی بھی دنیا کے اندر دوسری اقوام ہیں یا آئندہ چل کر قائم ہوں گی وہ سراسر آئین فطرت کے خلاف ہوں گی کہ اس لئے کہ یا تو وہ نسل کی بنیاد پر قائم ہوں گی یا وطن کی بنیاد پر لیکن یہ سب بنیادیں ملتِ اسلامیہ کی بنیاد کے سامنے اس قدر کمزور اور بے جان ہیں کہ ان کا ہمیشہ کیلئے برقرار رہنا ایک ناممکن سی بات ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کی عمر ہمیشہ کم رہی ہے۔ اب کوئی نیا نبی یا نئی قوم، اسلامی تعلیمات سے بڑھ کر اپنے اندر وسعت، گہرائی یا کشش پیدا نہیں کر سکتی بلکہ نئی قوم، نئے مذہب سے انسان کے اندر مزید تفرقہ و تفریق پیدا ہو گی۔ یوں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پوری انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہے کہ جس کے دم سے نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ ایک طرح سے پوری انسانیت قیامت تک کیلئے مختلف طبقوں اور فرقوں میں بٹنے سے محفوظ و مامون ہو گئی۔ یہی بات آپ کے رحمت العالمین ہونے کی شان کو اجاگر کرتی ہے۔ گویا آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپؐ کے رحمت العالمین ہونے کی صفت قائم ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

پس خدا برما شریعت ختم کرد

بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری یاں گزاشت
داد مارا آخری جامے کہ داشت

دین اسلام کے اس بنیادی عقیدے پر قادیانی جماعت ایک کاری ضرت لگانا چاہتی تھی۔ اکابرین مجلس احرار اسلام (اللہ ان کی قبروں کو اپنے نور سے منور کرے۔ آمین) جو دین اسلام کی روح اور اسلام کے مزاج اور شعور سے پوری طرح سے واقف تھے۔ قادیانی تحریک کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ ایک طویل جدو جہد کے بعد قادیانی جماعت ان کے صحیح سیاسی و مذہبی مقام پر لا کھڑا کیا کہ اب دنیا بھر میں انہیں اسلام کے نمائندے کی بجائے ایک قوت کے طور پر تسلیم کیا جانے لگا ہے جو صریحاً اسلام کے خلاف ایک بغاوت کا نشان بن کے رہ گئی ہے۔ خود معاشرے کے اندر قادیانیوں کا مقام کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانی ایک گالی بن گئے ہیں۔ جسے کوئی شریف انسان برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں، لہٰذا اگر کہیں سے قادیانی جماعت مجلس احرار اسلام کے خلاف زہر اگلتی نظر آتی ہے تو اس کا انہیں پورا پورا حق ہے کیونکہ قادیانیوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ امت مسلمہ اور اقوام عالم کے سامنے انہیں ننگا کرنے میں بنیادی کردار مجلس احرار اسلام کا ہی ہے۔

دوسری بڑی وجہ، جس نے مجلس احرار اسلام کو قادیانی محاسبے پر مجبور کرنے کیلئے ایک مؤثر کردار ادا کیا، یہ ہے کہ احرار دینی جذبے سے سرشار ہو کر محض اپنی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑی جانفشانی کے ساتھ انگریزوں کی غلامی کے خلاف نبرد آزما تھے۔ احرار یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان غلام رہ کر نہ اپنی تمدنی قوت برقرار رکھ سکتے ہیں اور نہ اپنی سیاسی دینی حیثیت کی حفاظت کا فریضہ ادا کرسکتے ہیں۔ احرار اس حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا تھے کہ مسلمان اپنی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کے پابند ہیں کہ اقوام عالم کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی غلامی میں لا کھڑا کریں۔ نسل کی غلامی، زبان کی غلامی، ثقافت کی غلامی اور پھر سب سے بڑھ کر وطن کی غلامی، خدا کی غلامی کے راستے کی اہم رکاوٹیں ہیں۔ غلام رہتے ہوئے بھلا مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو کیسے پورا کرسکتے ہیں جو ذمہ داریاں حضور اکرم ﷺ کے ختم الرسل ہونے کی وجہ سے اب امت مسلمہ کو منتقل ہو چکی ہیں۔ لہٰذا احرار بڑی شدت کے ساتھ انگریزی استبداد سے ٹکرا گئے۔ احرار کے جان فروش رضا کاروں کی اگر مجموعی قید فرنگ کو شمار کیا جائے تو کئی سو سالوں تک پہنچتی ہے۔ احرار رہنماؤں پر جیل کے اندر ہونے والے مظالم کی داستان الگ ہے۔ مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کا کھڑی ہتھکڑی سے ایک بازو شل ہو گیا تو بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کر دیا، انہیں کھانے میں سرمہ اور پارہ ملا کر کھلایا گیا جس سے آپ کی آواز بیٹھ گئی، گفتگو میں دقت محسوس کرنے لگے۔ ۱۹۳۹ء کی فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک میں گرفتار ہوئے تو موت سے صرف دس بارہ روز پہلے رہا کئے گئے۔ شورش

کاشمیریؒ پر جو ظلم ہوا اس کی داستان ان کی کتاب ''پس دیوارِ زنداں'' میں موجود ہے۔ جسے پڑھ کر صرف آنکھیں ہی نم آلود نہیں ہوتیں بلکہ دل بھی دہل جاتے ہیں۔ جانباز مرزاؒ کی کتاب ''آتش کدہ'' کا مطالعہ کر کے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کس جذبے سے برطانوی استعمار سے ٹکرا گئے اور بالآخر اسے شکست سے دوچار کر کے ہندوستان کو آزاد کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ مولانا احسن عثمانیؒ جیل میں ہی دم توڑ گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی جیل میں برسوں پر محیط ہے۔ مولانا گل شیر شہیدؒ انگریزوں کے ایجنٹوں کی گولی کا نشانہ بن گئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ زندگی کے دس سال جیل کی کال کوٹھڑیوں کی نذر ہو گئے۔ شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا مظہر علی اظہرؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ سب رہنمایانِ احرار جیل میں کیے گئے مظالم کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انگریز کے خلاف احرار کی یہ جنگ محض اس لئے تھی کہ مسلمان اپنی ملی شناخت برقرار رکھ سکیں۔ احرار اس حقیقت سے آشنا تھے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، دینی غیرت مفقود ہو جاتی ہے اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو کے رہ جاتی ہے۔ بقول اقبالؒ۔

از غلامی دل بمیرد در بدن | از غلامی روح گردد بارِ تن
از غلامی ضعفِ پیری در شباب | از غلامی شیرِ غاب افگندہ ناب
از غلامی بزمِ ملت فرد فرد | ایں و آں باایں و آں اندر نبرد
از غلامی مردِ حق زنار بند | از غلامی گوہرش نا ارجمند

لیکن احرار کے مقابلے میں دوسری جانب قادیانی گروہ انگریزی اطاعت کا پرچار کر رہا تھا۔ انگریزی ظلم و ستم کے استحکام کیلئے برسرِ پیکار تھا۔ یہ لوگ خم ٹھونک کر مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی کا درس دے رہے تھے۔ جہاد کو حرام قرار دے کر انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں دن رات مصروف تھے۔ انگریز اقتدار امن و سلامتی اور انگریزی فیوض و برکات کے ترانے گا رہے تھے۔ جماعت احرار اور قادیانی گروہ کے اس تضاد نے بھی انہیں ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا۔ اس ٹکراؤ کی گونج اب قیامت تک ہر آنے والی نئی نسل کے دل و دماغ سے ٹکرا کر انہیں بیدار رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔ جس کا سارا اعزاز مجلس احرار اسلام کو جاتا ہے۔ احرار یہ سمجھنے میں حق بجانب تھے کہ قادیانیوں نے جہاد کو انگریزوں کی ایماء پر حرام قرار دے کر تبلیغ اور اشاعت اسلام کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں اور اس طرح قادیانیوں نے عین اس وقت مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے جب وہ برطانوی سامراج کے خلاف پوری قوت کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے۔ لہٰذا احرار پوری شدت اور قوت کے ساتھ آگے بڑھے اور ان سے ٹکرا گئے۔ آج صورت حال یہ کہ قادیانی گروہ اپنے آقا و مولا انگریز کی مدد کے باوجود مسلمانوں کی نگاہ میں کافر ہی نہیں بلکہ نفرت کا نشان بن کے رہ گئے ہیں اور پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا ہی نہیں کہ مصداق مطلع زیست پر کٹی ہوئی پتنگ کی صورت ہچکولے کھاتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد سے خائف ہوکر قادیانیوں کے مذہبی پلیٹ فارم سے جہاد کو حرام قرار دینے کی اشد ضرورت تھی، مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں پوری ہوئی ۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے بلادِ اسلامیہ میں جہاں کہیں مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر برطانوی استبداد کے خلاف نبرد آزما تھے۔ وہاں قادیانی جماعت نے من حیث الجماعت انگریزوں کی جاسوسی کی، جہاد کو حرام قرار دینے کی تحریک چلائی ۔ افغانستان، عراق، شام، مصر، حتیٰ کہ روس تک قادیانی اپنے انگریز آقاؤں کے اشارے پر پہنچے اور برطانوی امپیریلزم کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا۔ (میری کتاب ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' میں اس عنوان سے ایک الگ باب رقم کیا گیا ہے)

اس کے علاوہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں بھی قادیانیوں کا مجموعی طور پر جو کردار رہا ہے، وہ بھی احرار کے کام، احرار کے مزاج اور احرار کے مشن سے صریحاً خلاف تھا۔ قادیانی کشمیر کو اپنا مرکز بنا کر وہاں اپنے پاؤں جمانا چاہتے تھے تاکہ کشمیر کے مسلمانوں میں اثر و رسوخ حاصل کر کے اپنی سیاست سے مسلمانانِ ہند کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ اس کام کیلئے کشمیر کو اس لئے بھی چنا گیا کہ ان کے غلط اور خلاف قرآن موقف کے مطابق کشمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقام مرقد بھی تھا۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے کشمیر کمیٹی میں اپنے آدمی کو داخل کر کے پوری کشمیر کمیٹی پر اپنا قبضہ جمانے کی کوشش کی ۔ ابھی قادیانی اپنی سازش کے تانے بانے بن ہی رہے تھے کہ احرار ایک مرتبہ پھر قادیانیوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کے آ کھڑے ہوئے ۔ احرار نے ایسی کشمیر کمیٹی، جس پر قادیانیوں کا قبضہ تھا، مخالفت کی ۔ علامہ اقبالؒ کو قادیانی عزائم سے آگاہ کیا۔ جو اس وقت تک کشمیر کمیٹی کی اعانت کرر ہے تھے ۔ یہ احرار کی ہی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ علامہ اقبالؒ کشمیر کمیٹی کی رکنیت سے مستعفی ہوگئے ۔ علامہ اقبالؒ نے قادیانی ریشہ دوانیوں اور خلاف اسلام سرگرمیوں کی وجہ سے احتجاجاً کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دیا۔ جس سے مرزا بشیر الدین کے سارے عزائم خاک میں مل گئے ۔ قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی جس کے پیچھے سر فضل حسین اور دوسرے انگریزی گماشتوں کا ہاتھ تھا، ناکام ہوگئی اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں نے الگ کشمیر کمیٹی تشکیل دی۔

ذرا غور فرمائیں! کہ قادیانیوں کے ہر منصوبے پر احرار نے پانی پھیر کے رکھ دیا تو قادیانیوں کے دل پر کیا گزرتی ہوگی ۔ لہٰذا احرار کے خلاف قادیانی گروہ کا پراپیگنڈہ ان کے ایمان کا حصہ بن گیا۔ قادیانی ہندوستان کے سیاسی مسائل میں خود کانگریس کی ایماء پر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف رہے اور آج بھی بھارتی ایماء اور یہودی امداد کے بل بوتے پر پاکستان کے در پے آزار ہیں لیکن کانگریس کی ہم نوائی کے طعنے احرار کو دیتے رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے لاہور پنڈت نہرو کا قادیانیوں نے شاندار استقبال کیا۔ پنڈت نہرو نے قادیانیوں کا وکیل بن کر علامہ اقبال کے ساتھ مناظرہ کیا۔ جس کے جواب میں علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دے کر احرار کی تحریک ردِ قادیانیت میں ایک نئی روح پھونک دی ۔ ریڈ کلف ایوارڈ قادیانیوں نے پنڈت نہرو کے ہی ایماء پر اپنا مقدمہ الگ پیش

کر کے ضلع گورداسپور جو پاکستان میں شامل ہو چکا تھا، پاکستان سے علیحدہ کر کے ہندوستان میں شامل کرنے کی راہیں صاف کیں۔ تاکہ پٹھانکوٹ جو گورداسپور ضلع میں شامل تھا کے راستے بھارت کا کشمیر کے ساتھ رابطہ برقرار رہے۔ اسی پٹھانکوٹ کے راستے بعد میں بھارتی فوجیں کشمیر میں داخل ہوئیں، جن کے خلاف کشمیری مسلمان آج بھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر نبرد آزما ہیں۔ قیام پاکستان کے موقع پر مرزا بشیر الدین نے تقسیم کو عارضی قرار دیتے ہوئے دوبارہ ایک ملک بن جانے کی نوید سنائی۔ اکھنڈ بھارت کے قادیانی منصوبے کے تحت ایسے خواب بیان کئے گئے جن سے قیام پاکستان کے عارضی ہونے کے تأثرات مسلمانوں میں پیدا ہوں، ''مشتے نمونہ از خروارے'' کی مصداق مرزا بشیر الدین کا ایک خواب یہ بھی تھا کہ ''میں ایک چارپائی پر سویا ہوا تھا کہ گاندھی میرے پاس آ کر لیٹ گئے۔ لیکن بہت جلد اٹھ کر چلے گئے'' اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ پاکستان ایک عارضی ملک ہے، جو بہت جلد ہندوستان میں پھر دوبارہ ضم ہو جائے گا۔ اس طرح قادیانی کانگریس کے ایماء پر پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن طعنے احرار کو دیتے رہے حالانکہ احرار کی تاریخ میں کئی تحریکیں بھارت کے ہندوؤں کے خلاف تھیں۔ تحریک کپورتھلہ تحریک کشمیر، تحریک مسجد منزل گاہ سکھر، فرخ نگر کا واقعہ پھر کواکھلی اور بہار کے ہندو مسلم فسادات میں احرار رضا کاروں نے جس ہمت اور شجاعت کے ساتھ پنجاب سے بہار پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی، اس کی مثال نہیں ملتی۔ کانگریس احرار کو اپنا اوّلین دشمن سمجھتی تھی۔ جس کا اظہار کانگریس نے بارہا اپنے رویہ سے کیا اور زبان سے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ جب مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۱ء میں کشمیر کے ہندو راجہ کے خلاف تحریک کشمیر کا اعلان کر کے کشمیر پر یلغار کی تو گاندھی نے لندن سے (جہاں گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے گئے ہوئے تھے) بیان داغا کہ یہ تحریک انگریزوں کے ایماء پر ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کیلئے چلائی گئی ہے۔ اسی طرح کئی مرتبہ گاندھی کی جانب سے احرار کو تشدد کا علمبردار کہا گیا کہ احرار کلہاڑی ساتھ رکھتے ہیں جو تشدد کی علامت ہے۔ حالانکہ میں (گاندھی) عدم تشدد کا علمبردار ہوں۔ قادیانیوں کا احرار کے خلاف یہ پراپیگنڈہ مسلمانوں میں عارضی طور پر تو کام کر گیا لیکن جھوٹ پر مستقل طور پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے؟ ''احرار اور کانگریس'' کے نام سے ایک کتاب چھپ چکی ہے جو محترم رفیق اختر نے بڑی محنت سے ترتیب دی ہے، اسے بڑھ کر قادیانیوں کے اس جھوٹ کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ احرار کے ساتھ کانگریس کی ملی بھگت تھی یا خود قادیانیوں کے ساتھ جن کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے اسلام اور ہندوستان دونوں کو غدار تک کہہ دیا: ''میں اپنے ذہن میں اس امر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں'' (پنڈت نہرو کے جواب میں، بحوالہ ''کچھ پرانے خطوط'' ص ۲۹۳ مرتبہ جواہر لال نہرو، دہلی)

آخر وہ کون سے حالات و واقعات تھے کہ نہرو جیسی شخصیت قادیانیوں کی وکالت کرنے پر مجبور ہو گئی؟ کانگریس یہ سمجھتی تھی کہ اگر قادیانی مسلمانوں کو مکمل طور پر گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس طرح کم از کم ہندوستان کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز مکہ اور مدینہ کی بجائے قادیان بن جائے گا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو حب الوطنی کا واسطہ دے کر وہ

کام لیا جاسکتا ہے جو اس وقت ممکن نہیں کیونکہ مسلمان تو حضورﷺ کا امتی ہونے کا شرف جب تک حاصل ہے، گمراہ کرنا مشکل ہے۔ اس ضمن میں ایک نامور ہندو ڈاکٹر شنکر داس اپنے ہندو بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''سب سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ بیدار کیا جائے، کبھی ان کے ساتھ سودے، معاہدے اور پیکٹ کئے جاتے ہیں، کبھی لالچ دے کر ساتھ ملانے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی ان کے مذہبی معاملات کو سیاست کا جز بنا کر پولیٹیکل اتحاد کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہندوستان مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کئے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔ اس تاریکی میں اور اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبان وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آپ کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان قادیانیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب الوطن اور قوت پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں قادیانی تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کرسکتی ہے۔ آؤ! ہم قادیانی تحریک کا قومی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں۔

پنجاب کی سرزمین میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی اٹھتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ اے مسلمانو! خدا نے قرآن میں جس نبی کا ذکر کیا ہے وہ نبی میں ہوں، آؤ! میرے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ، اگر نہیں آؤ گے تو خدا تمہیں قیامت کے دن نہیں بخشے گا اور تم دوزخی ہو جاؤ گے''

میں مرزا صاحب نے اس اعلان کی صداقت یا بطالت پر بحث نہ کرتے ہوئے صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ مرزائی مسلمان بننے سے پہلے مرزائی مسلمانوں میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ ایک مرزائی کا عقیدہ ہے:

۱) خدا سمے سمے کی رہبری کیلئے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو کہ اس وقت کا نبی ہوتا ہے۔

۲) خدا نے عرب کے لوگوں میں اس اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں حضرت محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳) حضرت محمد کے بعد ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس نے مرزا صاحب کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔

میرے قوم پرست بھائی سوال کریں گے کہ ان عقیدوں سے قوم پرستی کا کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام، کرشن، وید، گیتا، رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان قادیانی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے اس کی عقیدت کم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جہاں اس کی خلافت پہلے عرب اور ترکستان میں تھی، اب وہ خلافت قادیان میں آ جاتی ہے۔ مکہ مدینہ اس کیلئے روایتی مقام رہ جاتے ہیں...... کوئی بھی قادیانی چاہے وہ عرب، ترکستان، ایران یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو وہ روحانی تشنگی کیلئے قادیان کی طرف منہ کرتا ہے۔ قادیان کی سرزمین

اس کیلئے پنیہ بھومی (سرزمینِ نجات) ہے اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے۔ ہر قادیانی کے دل میں ہندوستان کیلئے پریم ہوگا۔ کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے۔ مرزا صاحب بھی ہندوستانی تھے اور اب جتنے خلیفہ اس فرقہ کی رہبری کر رہے ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں...... یہی ایک وجہ ہے کہ مسلمان قادیانی تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ قادیانیت عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے۔

تحریک خلافت میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات عام مسلمانوں کیلئے بھی بروقت پان اسلام ازم اور پان عربی سنگھٹن کے خواب دیکھتے ہیں۔ کتنی ہی مایوس کن ہو مگر ایک قوم پرست کیلئے باعثِ مسرت ہے"۔ (مضمون ڈاکٹر شنکر داس بی ایس سی، ایم بی بی ایس، مندرجہ اخبار "بندے ماترم" مورخہ ۲۲/اپریل ۱۹۳۲ء)

قادیانیوں کو اس بات کا بھی بڑا قلق ہے کہ احراریوں نے علامہ اقبالؒ جیسی شخصیت ان سے چھین لی۔ قادیانیوں کے خیال کے مطابق علامہ اقبالؒ اچھے خاصے مرزا غلام احمد اور قادیانی جماعت سے متاثر تھے۔ وہ قادیانیوں کیلئے نرم گوشہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن علامہ انور شاہ کاشمیریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور چودھری افضل حقؒ آئے دن علامہ اقبالؒ کے پاس آتے اور انہیں اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے رہتے۔ اس بات کا برملا اظہار علامہ اقبالؒ کے قادیانی بھتیجے اعجاز نے اپنی کتاب "مظلوم اقبال" کے ذریعے کر دیا ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے ہاں احرار کے خلاف بلا کی شدت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی شخصیت محض احرار کی کاوش سے ان کے چنگل سے نکل گئی۔ جبکہ مجلس احرار کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ اتنے بڑے انسان اور پاک و ہند کی اتنی اہم شخصیت علامہ اقبالؒ ان کی کوششوں سے قادیانی اثر ورسوخ سے باہر نکلی اور اپنی تحریروں سے قادیانیت پر ایک نئے انداز سے تنقید کی ہے۔ جس سے قادیانیوں کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا ہوگیا۔ ردّ قادیانیت کی تحریک کو ایک نیا انداز اور نیا رخ میسر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے احرار کے سینے پر یہ تمغہ سجا دیا ہے، جس پر دنیا بھر میں وہ سرخرو ہیں اور ان شاء اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے۔ ہمارا ایمان ہے، اللہ جس سے جو چاہے کام لے لیتا ہے۔ یہ تمغہ احرار کے سینے پر ہی سجنا تھا، سج کے رہا۔ ورنہ اگر اقبالؒ خوانخواستہ قادیانی ہو جاتے تو مسلمانوں کو کتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس کے تصور سے ہی ایک مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ کی تحریک پر ہی علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے میں شریک ہو کر "تاریخ محاسبۂ قادیانیت" میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ سرفضل حسین وائسرائے کی لیجسلیٹو کونسل کے رکن تھے۔ وہ کسی سبب سے مستعفی ہوئے تو ان کی جگہ سر ظفر اللہ کو مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر نامزد کیا گیا۔ اس پر علامہ اقبالؒ نے مجلس احرار اسلام کے اس مطالبہ کی مکمل تائید کی کہ سر ظفر اللہ تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال نے کہا کہ قادیانی جماعت محض سیاسی مراعات حاصل کرنے کیلئے مسلمانوں

میں گھسی ہوئی ہے۔ حالانکہ قادیانی خود بھی مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ کافر قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمان بھی انہیں کافر کہتے ہیں۔ لہٰذا قانونی طور پر حکومتِ وقت کو اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ قادیانی مسلمان نہیں۔ اخبار ''اسٹیٹسمین'' میں جب علامہ اقبالؒ کے ایک مضمون ''قادیانی اور جمہور مسلمان'' شائع ہوا تو اس پر اخبار کی طرف سے تنقید کی گئی۔ اس تنقید کے جواب میں ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء کو علامہ اقبالؒ کا اسی اخبار ''اسٹیٹسمین'' میں ایک جوابی مضمون شائع ہوا، جس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''میرے بیان مطبوعہ ۱۴ رمئی پر آپ نے تنقیدی اداریہ لکھا۔ اس کیلئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ جو آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا ہے، میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی اقدام اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔ اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے اور بھی تقویت ملی۔ سکھ ۱۹۱۹ء تک آئینی طور علیٰحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد علیٰحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہائیکورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں''۔

آگے چل کر اسی مضمون میں آپ تحریر کرتے ہیں:

''اس امر کو سمجھنے کیلئے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیٰحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کیلئے کیوں مضطرب ہیں؟ علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ ہے۔ انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی۔ اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیٰحدہ لحاظ رکھا گیا ہے لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے کبھی علیٰحدگی کا مطالبہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیٰحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیٰحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکیں۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیٰحدگی کے مطالبے کا انتظار نہ کیا اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کا انتظار کیوں کر رہی ہے؟''

(جاری ہے)

زبان میری ہے بات اُن کی

☆بارات کو سپورٹس گراؤنڈ میں اتار کر متبادل انتظامات کا کہا گیا (ایک خبر)

عوام کے نام پر عوام کو تنگ کرنا......اسے کیا نام دیا جائے!

☆سیاست دانوں کو غریبوں کی قسمت سے نہیں کھیلنے دیں گے۔(صدر مشرف)

غریبوں کی بیٹیوں سے بے شک کھیلتے رہیں!

☆۳۰۰ روپے من کے حساب سے کسان کی گندم کا ایک ایک دانہ خرید یں گے۔(گورنر پنجاب)

اور کسان بے چارہ ۲۲۰ روپے تک گندم فروخت کرنے پر مجبور ہے۔

☆کوٹہ سے کم گولیاں ملنے پر افیونیوں کا احتجاج!(ایک خبر)

پھرے ننگ تے دھڑنگ، کھاوے بوئے بوئے منگ
پیوے بھنگ تھیوے تنگ، آکھے ایہو میری جنگ

☆اقتدار کا بھوکا نہیں۔(صدر مشرف)

''صرف پانچ سال کیلئے صدر بنا دیں''

☆فرح مغل کے ذو معنی جملے......''جسے اعتراض ہے اٹھ کر مسجد میں چلا جائے''(ٹوکنے پر جواب)

خدا کے خوف کو دیا سلائی دکھانے والے کا انجام آخر آگ ہے۔

☆نیا پولیس ایکٹ کل سے ملک بھر میں نافذ العمل ہوگا۔(ایک خبر)

پولیس مین وہی رہے گا۔خالی ایکٹ کا فائدہ!

☆''آؤنی سہیلیو! ووٹ پان چلیے

اَج پا مشرف نوں صدر بنان چلیے''(طارق عزیز کی کمپیئرنگ)

''اپنا ساڈا ناظم توں کرایہ لین گیا اے پولنگ اُتّے اسی سارا خاندان چلیے''

☆اسمبلیوں اور سینٹ کے انتخابات سے پہلے صدر کا انتخاب ایسے ہے جیسے والدین سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے۔(اے کے ڈوگر، وکیل).

کسی تبصرے کی ضرورت نہیں

☆پاکستان کو اب آزاد خیال ملک سمجھا جاتا ہے۔(نثار میمن)

یہ ملک ہمارا ہے اسے ہم نے بگاڑا ہے
اس ملک کا ہر بچہ بچپن سے آوارہ ہے

☆صحافیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں برداشت نہیں کی جائیں گی۔(خالد رانجھا)

خود ہی ذبح بھی کرے ہے خود ہی لے ثواب الٹا

☆مشرف ریفرنڈم جیت چکے، اب رسمی کارروائی ہوگی۔(گورنر)

اور اس رسم پر صرف دو ارب روپے خرچ کئے جائیں گے۔

☆مسلمانوں کی ترقی میں نماز حائل ہے۔(تاج ہوٹل میں ایک دہریئے کی ہرزہ سرائی)

ہت! تینوں قلندر دی دیگ تھے بالیا!

☆بس چلے تو غریب کے گھر جا کر گلے لگا لوں۔(صدر مشرف)

اوّل تو غریب کا کوئی گھر نہیں ہے، دوسرے مہنگائی کے دیو نے اسے پہلے ہی گلے لگایا ہوا ہے۔

☆کشمیر میں اب جہاد کی گنجائش نہیں۔(سردار عبدالقیوم)

سی آئی اے کا نیا ورک آرڈر!

☆طوائف، میراثی، بدمعاش اور پولیس نے سٹیج تباہ کیا۔(خبریں فورم)

کیا یہ چاروں ایک ہی خاندان کے افراد ہیں؟

☆ہم ان (مولویوں) سے بہتر مسلمان ہیں۔(لاہور جلسے میں صدر کا خطاب)

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

☆نواز شریف نے غلطی تسلیم کی، اب قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔(مجید نظامی)

دیا دکھ بتوں نے تو خدا یاد آیا

☆عائشہ بٹ کیلئے دعا گو ہوں۔(کھر)

نئی جب گھر میں آتی ہے پرانی بھول جاتی ہے   نئی جب دل دکھاتی ہے پرانی یاد آتی ہے

ریفرنڈم کے بعد تھیٹروں میں ڈانس پر نرمی، سیکرٹری نے اشارہ دے دیا۔(ایک خبر)

کھلے ای کھاؤ...... ننگے ای نہاؤ!

☆مکہ مکرمہ پر ایٹم بم گرانے کا مطالبہ کرنے والے امریکی صحافی پر فالج کا حملہ، حالت نازک۔(ایک خبر)

عبرت حاصل کرو! اے عقل والو!

☆پرویز مشرف داتا دربار حاضری سے ریفرنڈم مہم کا آغاز کریں گے۔(ایک خبر)

خدانخواستہ! کیا داتا صاحبؒ ریفرنڈم کے بانی تھے!

☆اذانوں سے ٹینکوں کے مقابلے کا دور گیا۔(چودھری سرور، برطانیہ)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا   آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

روشنی

ایک بزرگ نے
ساتھیوں سے پوچھا
روشنی کب ہوتی ہے؟
کسان نے کہا
جب یہ پتہ چلنا شروع ہو جائے
کہ یہ کیکر کا درخت ہے
یہ شہتوت کا
یہ شیشم کا
بزرگ نے کہا
نہیں!
چرواہے نے کہا
جب بھیڑ بکری میں
تمیز شروع ہو جائے
روشنی تب ہوتی ہے

بزرگ نے کہا
نہیں!
مؤذن نے کہا
جب مسجد کے مینار کا سرا
واضح ہونے لگے
روشنی تب ہوتی ہے
بزرگ نے کہا
نہیں!
روشنی تب ہوتی ہے
جب اپنے پرائے میں
بُرے بھلے میں
ماں بہن میں
تمیز ہونا شروع ہو جائے

❁ ❁ ❁

سید کاشف گیلانی

نالۂ نیم شب

آہ نکلی ہے بوقتِ شب دلِ دو نیم سے
کب خدا ہم کو نکالے گا امید و بیم سے
ملتِ بیضا کی نیو رکھی گئی ہے دین پر
کیوں مٹاتے ہو اسے تقسیم در تقسیم سے
مسجدِ اقصیٰ زمیں پر تو خدا کا نور ہے
کیسے ہوسکتے ہیں منکر ہم تری تکریم سے
جب بھی بھٹکا راہ سے بھٹکا جہالت کے سبب
آدمی انسان بنتا ہے فقط تعلیم سے
جس کی شہہ پر بوئے ہم نے قوم میں نفرت کے بیج
کیا ہمیں حاصل ہوا اُس غیر کی تکریم سے
جو منظم ہیں انہی قوموں کا ہے دنیا پہ راج
کیسے ہم انکار کردیں قوتِ تنظیم سے
اُس پہ مذہب نے مسلماں کو دیا درسِ جہاد
بات جو سلجھائی جا سکتی نہ ہو تفہیم سے
جو خدائے پاک کی مرضی پہ راضی ہوگیا
وقت بھی ڈرتا ہے ایسے پیکرِ تسلیم سے
وقت جو جاتا ہے کاشف لوٹ کر آتا نہیں
پوچھنا چاہو اگر تو پوچھ لو تقویم سے

پروفیسر محمد اکرام تائب

”ماں جی کے بعد“

وہی گھر ہے وہی گھر کے مکیں موجود ہیں سارے
مگر گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے بن یہ تمہارے
نظر کے سامنے گرچہ ہیں لاکھوں شوخ نظارے
مری آنکھوں سے ہیں جاری مگر اشکوں کے فوارے
کھلے گیسو، بجھے دل اور سب اُترے ہوئے چہرے
عجب انداز سے تکتے ہیں یہ معصوم بے چارے
کہاں ماں جی گئی ہیں؟ لوٹ کر کب آئیں گی گھر میں؟
یہ بچے پوچھتے رہتے ہیں مجھ سے آپ کے بارے
چلو اک بار آ کر پھر انہیں آغوش میں لے لو
یہ دیکھو اشک افشاں کس قدر ہیں آج مہ پارے
بھیانک اور ظالم کس قدر ہے موت اے یارو!
کوئی بچتا نہیں اس سے، یہی ہر ایک کو مارے
ولی، غوث و قطب، ابدال و پیغمبر سبھی آ کر
یہ بازی زندگانی کی اجل کے سامنے ہارے
لبوں پر مسکراہٹ ہے کسی کے واسطے، لیکن!
درونِ دل ہزاروں غم کے ہیں طوفان اے پیارے
بیاں لفظوں میں ہو سکتا نہیں دردِ نہاں تائب
کوئی بھی گن نہیں سکتا کبھی آکاش کے تارے

سائیں اللہ دتہ بھیروی

پولنگ اُتّے اَسی، سارا خاندان چلیے

جمنا دا پانی سکھی باہر پیا ڈُھلدا — آوَ نی سہیلیو ! گنگا نہان چلیے
ٹوٹے سپریم کورٹ جدے کٹھے کیتے سُن — اوہو جئی پھٹّی اک ہور لان چلیے
وگدیاں کناں نوں، تے دُکھدیاں اکھاں نوں — طارق عزیز دا سلام ''پان'' چلیے
میاں بی بی دونوں ای لٹیرے سُن رَج کے — سانوں وی عزیز اے پیسہ ، خان! چلیے
لٹ مار کر کے او باہر چلے گئے نے — آوَ ایس لُٹ وچ حصہ پان چلیے
دُوروں دُوروں چل کے ناظم شاظم آئے نے — اوہناں نال رَل کے تے ووٹ پان چلیے
ووٹ تُسی پاناں بی بی ! ذرا سوچ ساچ کے — وڈی جئی حویلی اندر ووٹ پان چلیے
ابا ساڈا ناظم توں کرایہ لین گیا اے — پولنگ اُتے اَسی سارا خاندان چلیے
کڑیاں تے منڈے اوتھے بھنگڑا وی پاواں گے — حدیقہ تے علی حیدر گیت گان چلیے
مولوی تہانوں تے قرآن ای پڑھائے گا — اہناں نالوں وکھرے نے ''مسلمان'' چلیے
احمد بشیر دا وی ''نیا اے زمانہ'' ویکھو — بیٹی بھاویں بہن ہووے ، کہندا جان! چلیے

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9، کالج روڈ۔ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

ہم پر کفریہ عقائد اور مغربی کلچر مسلط کیا جا رہا ہے

منکرین جہاد ''قادیانیوں'' نے جنرل مشرف کے گرد گھیرا تنگ کیا ہوا ہے

دہشت گردی کا الزام لگا کر امت مسلمہ کو کمزور کیا جا رہا ہے

(حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور عبداللطیف خالد چیمہ کا بورے والا میں خطاب)

بورے والا (۷را پریل) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ دنیا میں ساری جنگ عقیدے کی بنیاد پر لڑی جا رہی ہے۔ طالبان نے جو کچھ کیا حق اور سچ کی بنیاد پر کیا، وہ اپنے مؤقف سے ہرگز دستبردار نہیں ہوئے اور ہم ان کی تائید اور حمایت سے کبھی دستبردار نہیں ہوسکتے۔ وہ مجلس احرار اسلام بورے والا کے زیر اہتمام مدرسہ ختم نبوت میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ لادینیت اور کفر و گمراہی کے موجودہ عالمی سیلاب کو روکنے کیلئے ضروری ہے کہ مدارس اسلامیہ کو مضبوط کیا جائے۔ مدارس اسلامیہ بڑی بڑی عمارتوں کا نام نہیں بلکہ اس عقیدے اور فکر کا نام ہے جس کی اصل قرآن و سنت اور اجماع امت ہے۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کا الزام لگا کر امت مسلمہ کو کمزور کیا جا رہا ہے اور ہم پر کفریہ عقائد اور مغربی کلچر مسلط کیا جا رہا ہے۔ پاکستانی حکمران مہرے کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ ریفرنڈم کے نام پر جنرل مشرف اپنے ذاتی اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں اور اس کیلئے تمام حدود و قیود توڑی جا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے آپ کو ناگزیر قرار دینے والے حکمران شہری و شخصی آزادی کی نفی کر رہے ہیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ منکرین جہاد ''قادیانیوں'' نے جنرل مشرف کے گرد گھیرا تنگ کیا ہوا ہے۔ جنرل مشرف نے اپنے پرنسپل سیکرٹری طارق عزیز کی ریٹائرمنٹ کی مدت پوری ہونے پر تین سال کی توسیع کر کے بدترین قادیانیت نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملکی سلامتی کے حوالے سے نہایت کلیدی اور حساس عہدوں پر قادیانیوں کو تعینات کرنا کسی بڑے خطرے کی علامت ہے۔ اہلحدیث رہنما مولانا عبداللہ گورداسپوری نے کہا کہ امیر شریعت اور اکابر احرار نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے امت کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیا اور قادیانیوں کی جارحیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آج پھر ضرورت ہے کہ تمام مسلمان ختم نبوت کے محاذ پر اتحاد کا مظاہرہ کریں۔ مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری قائم کر کے ایک طرف ہمیں معاشی طور پر کمزور کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف عیسائیت و قادیانیت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ صوفی عبدالشکور احرار نے کہا کہ مسلم ممالک میں قائم امریکی اڈے خالی کئے بغیر دنیا بھر میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔

مذہبی جماعتوں پر الزام لگانے والے جنرل مشرف کی حکومت کے کئی چہرے ہیں

مجلس احرار موجودہ حکومت کو سیکورٹی رسک قرار دیتی ہے

مذہبی جماعتوں نے نہیں، خود حکومت نے اپنی نگرانی میں مسلمانوں کو ذبح کروایا ہے

ملک کے نظریاتی و اسلامی تشخص کی تباہی کیلئے موجودہ حکمران نے جو راستہ اختیار کیا ہے ہم اس کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں

============﴿مرکزی مجلس عاملہ کا اعلان﴾============

لاہور (۱۴؍ اپریل) مجلس احرار اسلام پاکستان مجوزہ ریفرنڈم کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اسے مسترد کرنے کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم کسی طور پر حکومتِ وقت کے اس فیصلے کو ملک و ملت کے مفاد میں نہیں سمجھتے۔ یہ اعلان مرکزی نائب امیر چودھری ثناء اللہ بھٹہ کی صدارت میں مرکزی دفتر لاہور میں منعقدہ اجلاس میں کیا گیا، جس میں سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، ملک محمد یوسف، سید محمد یونس بخاری، قاری محمد یوسف احرار، چودھری محمد اکرام نے شرکت کی۔ اجلاس کے مرکزی سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے پریس بریفنگ میں کہا کہ آئین میں صدارتی انتخاب کا ایک واضح طریق کار موجود ہے۔ ریفرنڈم کسی ایسے قومی ایشو پر ہوسکتا ہے جس کی آئین میں وضاحت موجود نہ ہو۔ محض اپنے شخصی اقتدار اور آمریت کو دوام بخشنے اور ملک کے نظریاتی و سلامی تشخص کی تباہی کیلئے موجودہ حکمران نے جو راستہ اختیار کیا ہے ہم اس کی کھل کر مخالف کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ں نام نہاد ریفرنڈم کے ذریعے جنرل مشرف صدر بن بھی جائیں تو بھی ہم ان کو صدر ماننے کیلئے تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار موجودہ حکومت کو سیکورٹی رسک قرار دیتی ہے۔ مذہبی جماعتوں پر الزام لگانے والے جنرل مشرف کی حکومت کے کئی چہرے ہیں۔ مذہبی جماعتوں نے نہیں، خود حکومت نے اپنی نگرانی میں مسلمانوں کو ذبح کروایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکہ جو کردار اس وقت اسرائیل میں فلسطینیوں کے قتلِ عام میں سرانجام دے رہا ہے۔ بالکل وہی کردار اس ملک کے سربراہ نے امریکہ کی معاونت کر کے افغانیوں کے قتلِ عام میں ادا کیا ہے۔ اس لئے مجلس احرار موجودہ حکمران کو ملک کیلئے زہر قاتل سمجھتی ہوئے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار یہ سمجھتی ہے کہ اس حکمران نے پچھلے ۵۲ برس سے ''پاکستان اسلامی مملکت ہے'' کا تأثر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس احرار یہ سمجھتی ہے کہ امریکہ کے مذموم مقاصد جن کے تحت امریکہ جنوبی ایشیاء میں اپنے پنجے مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ موجودہ حکمران نے امریکہ کی معاونت میں نہایت گھناؤنا اور شرمناک کردار ادا کیا ہے، جس سے ہمارا ملک امریکہ کے اثر و رسوخ

کی دلدل میں پھنس گیا ہے۔ جو ایک انتہائی سنگین صورت حال ہے۔ لہٰذا مجلس احرار موجودہ ریفرنڈم کے سلسلہ میں ملک کی دینی جماعتوں بشمول ''متحدہ مجلس عمل'' کے مؤقف کی تائید وحمایت کا اعلان کرتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مہنگائی نے سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے صحافیوں کو بتایا کہ مرکزی مجلس عاملہ نے حساس حکومتی عہدوں پر قادیانیوں کی تعیناتی کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے اسے ملکی سلامتی اور وحدت کیلئے انتہائی خطرناک قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف کے پرسنل سیکرٹری جس کی مدت ملازمت مئی میں ختم ہو رہی تھی میں توسیع حکومت سرکاری پالیسی کے برعکس اور بدترین قادیانیت نوازی کے مترادف ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایف بی آئی کیلئے پاکستان سے جو بھرتی کا پروگرام سامنے آیا ہے اس میں ۸۰ فیصد قادیانی اور ۲۰ فیصد عیسائی کارندے بھرتی کیے جائیں گے۔ اس طرح ملک پر قادیانیوں کو مسلط کرنے کی طویل دورانیے والی خطرناک سازش کا آغاز ہو چکا ہے۔ تمام دینی جماعتوں کو اس صورتحال کا ادراک کرنا چاہیے۔

﴿قراردادیں﴾

۱) مجلس احرار اسلام پاکستان آئندہ انتخابات میں دینی جماعتوں کے اتحاد کے اعلان کا دلی طور پر خیر مقدم کرتی ہے اور اس دینی اتحاد کو ملک کے اندر سیکولرازم کے سیلاب کو روکنے کیلئے ایک مضبوط اور مؤثر اقدام قرار دیتی ہے۔

۲) مجلس احرار اسلام مجوزہ صدارتی ریفرنڈم کی مخالفت کرتی ہے اور ملک کی تمام دینی اور ریفرنڈم کی مخالف سیاسی جماعتوں کو یقین دلاتی ہے کہ مجلس احرار اسلام اس ''ریفرنڈم'' کی مخالفت میں ان کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدام کی پوری شدت اور قوت کے ساتھ حمایت کرے گی۔ مجلس احرار اسلام کے مؤقف کے مطابق حکومت وقت اس ریفرنڈم کے ذریعے محض اپنے دور حکومت کو طول دینا چاہتی ہے۔ تاکہ سیکولرازم کو اس ملک کے اندر وہ فضا مہیا کی جا سکے جو سیکولرازم کے فروغ کیلئے ضروری ہے۔ مجلس احرار اسلام اپنی دیرینہ روایات کے مطابق ریفرنڈم کی اس لئے بھی مخالف ہے کہ ریفرنڈم کا سہارا لے کر قادیانیوں کو اسلام دشمن سرگرمیوں کیلئے آب ودانہ مہیا کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ مخلوط انتخاب کا اعلان اس بات کی دلیل ہے کہ جس کے تحت قادیانیوں کو اب سیاست کے کھلے میدان میں کھل کھیلنے کا موقع مہیا کیا گیا ہے۔

۳) مجلس احرار اسلام فلسطینیوں پر یہودی ریاست اسرائیل کے ظلم وستم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کے خلاف شدت کے ساتھ احتجاج کرتی ہے اس سے امریکہ کی شر پسندی اور دہشت گردی کے طویل بین الاقوامی سلسلہ کی مضبوط کڑی سمجھتے ہوئے اس کی پرزور مذمت کرتی ہے نیز حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی امریکہ نواز حکمت عملیوں پر نظر ثانی کرے اور اسے پاکستانیوں کی امنگوں کے مطابق دوبارہ ترتیب دے تاکہ آزاد اور خود مختار ریاست کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ مجلس احرار اسلام کے نکتہ نگاہ کے مطابق حکومت کی موجودہ امریکہ نواز حکمت عملیوں سے ملک کی آزادی اور

خودمختاری شدید طور پر متاثر ہو رہی ہے جس کا حکومت کے پاس کوئی اخلاقی یا آئینی جواز موجود نہیں۔

۴) مجلس احرار حکومت پاکستان کے ذریعے بھارتی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ کشمیر اور ریاست گجرات میں ہونے والے مسلمانوں پر ظلم و ستم کو فی الفور بند کرے۔ بھارت کا سیکولرازم اب محض دجل اور فریب بن کے رہ گیا ہے۔ جس کے سائے میں بھارت کے اندر ہندوازم کے لئے فضا سازگار کی جا رہی ہے گجرات کے اندر مسلمانوں کی اقتصادی بائیکاٹ کی تحریک اس کی ایک بیّن دلیل ہے۔

۵) اجلاس میں سیاسی اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے ریفرنڈم کے حق میں جلسوں میں سرکاری وسائل کے بے دریغ استعمال اور سرکاری ملازمین کی جلسہ گاہ میں لازمی حاضری پر شدید تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ موجودہ حکومت کے ایسے ہتھکنڈوں نے فسطائیت اور جبر کی ایک نئی تاریخ رقم کی ہے۔

امریکہ کی تابعداری میں افغانستان میں جو شرمناک کردار ادا کیا گیا ہے اس کی سزا بھی مل کر رہے گی

==========(مولانا زاہد الراشدی کا دفتر احرار لاہور میں خطاب)==========

لاہور (۳۰ اپریل) پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی نے کہا ہے کہ اپنے ملک کو بچانے کے نام پر بچاس ہزار ہمسائے مسلمان مروا کر خوش ہونے والے حکمران مکافاتِ عمل سے نہیں بچ سکتے۔ امریکہ کی تابعداری میں افغانستان میں جو شرمناک کردار ادا کیا گیا ہے اس کی سزا بھی مل کر رہے گی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دفتر مرکزیہ نیو مسلم ٹاؤن میں احرار کے مرکزی نائب امیر چودھری ثناء اللہ بھٹہ کی زیرِ صدارت ''عصر حاضر میں نوجوان مسلمانوں کی ذمہ داری'' کے عنوان پر منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا، عبداللطیف خالد چیمہ اور قاری محمد یوسف احرار نے بھی خطاب کیا، مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ کمزور سے کمزور اور بے عمل مسلمان بھی اپنے عقیدے کے ساتھ ناقابلِ شکست وابستگی رکھتا ہے عالمی کفریہ طاقتیں اس کمٹمنٹ (Cometment) کو آخری مورچہ سمجھ کر توڑنے کے درپے ہیں آج کے نوجوان کو اس مورچے پر کھڑے کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام عالمِ کفر کو پوری طرح سمجھے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سود خور طبقہ ملک کی معیشت کی تباہی کا ذمہ دار ہے جب تک آسمانی تعلیمات پر عمل درآمد کا فیصلہ نہیں کرتے ہمیں اس دلدل سے کوئی نہیں نکال سکتا۔ انہوں نے کہا کہ عالمی استعمار امریکہ کی قیادت میں ہمارے سینے ''مشرق وسطیٰ'' میں بیٹھا ہوا ہے اور ہمارے وسائل پر قابض ہے۔ مشرق وسطیٰ سے امریکہ کا تسلط ختم ہو جائے تو ایک دن میں صورتحال بدل جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حالات کس طرح پیدا ہوئے اصل اسباب و عوامل کی نشاندہی اور نوجوانوں کی تربیت کیلئے مذہبی حلقوں کو دینی ذمہ داریوں کا احساس کرنا چاہیے۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور

مدیر: محمود الرشید حدوٹی

قیمت فی شمارہ: ۱۰ روپے

زر تعاون سالانہ: ۱۰۰ روپے

خط و کتابت کیلئے پتا: محمود الرشید حدوٹی جامعہ اشرفیہ، مسلم ٹاؤن، فیروز پور روڈ۔ لاہور

''آب حیات'' اس گئے گزرے دور میں، قلمی جہاد کرنے والے پرچوں کی صف میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ اگر چہ اس کے مضامین مختلف اخبارات و جرائد کے منتخب کردہ ہیں مگر انتہائی دل چسپ اور معلومات افزاد ہیں۔ قاری کو صحیح اسلامی نہج پر راہنمائی کرتے ہیں۔

جناب محمود الرشید حدوٹی قابل مبارک باد ہیں کہ جن کی سرپرستی میں یہ پرچہ طبع ہوتا ہے۔ اڑتالیس صفحات کے اس مختصر جریدے میں بارہ پرمغز مضامین شامل ہیں۔ کہ جنہیں پڑھ کر، قاری اس تاریکی کے دور میں کچھ نہ کچھ امید افزا باتیں اخذ کرسکتا ہے۔

بقیہ اداریہ

ان نعروں کی حقیقت کیا ہے؟ بہت کچھ ہو چکا اور بہت کچھ ابھی باقی ہے۔ غبار چھٹ جانے دو، معلوم ہو جائے گا کہ گدھے پر سوار ہو یا گھوڑے پر! سوچنے کی بات یہ ہے کہ امتحان و آزمائش اور ابتلاء و مصائب کے اس ماحول میں دینی جماعتوں کا کیا کردار ہونا چاہیے۔ ہمیں ہر صورت میں اپنا دامن بچانا ہوگا۔ اپنے اسلاف کا کردار زندہ کرنا ہوگا اور یہ نعمت خلوص نیت اور حسن عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمالے۔ (آمین)

مسافرانِ آخرت

☆ حضرت مولانا حکیم رشید احمد صاحب مرحوم (والد ماجد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب، بہاول پور) ۲۳؍اپریل، بعد نماز عشاء انتقال کر گئے۔ مرحوم، مفتی اعظم ہندوستان حضرت مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

☆ مجلس احرار اسلام چکڑالہ، ضلع میانوالی کے ناظم امتیاز حسین صاحب کے والد ماجد میاں محمد صاحب مرحوم گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ عبدالخالق خلیق کے چچا (۱۲؍اپریل) انتقال کر گئے۔

☆ بابا فتح خان مرحوم، چکڑالہ (ضلع میانوالی) گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ خادم حسین صاحب (راولپنڈی) کے سُسر گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ فدائے احرار شیخ اللہ رکھا مرحوم کی اہلیہ، شیخ عبدالغنی صاحب کی والدہ ماجدہ اور احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد کی دادی صاحبہ (۲۷؍مارچ) کو چیچہ وطنی میں انتقال کر گئیں۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشر و اشاعت محترم شیخ حسین اختر لدھیانوی کے ہم زلف مولانا محمد شفیق احمد مرحوم ۳۰؍مارچ، بروز ہفتہ (لاہور) میں انتقال کر گئے۔

☆ بابا محمد شفیع خاکسار مرحوم، ملتان (۱۸؍اپریل، بروز جمعرات) انتقال کر گئے۔

☆ محترم قاری ظہور رحیم صاحب (لیاقت پور) کے ماموں محترم حافظ اشفاق احمد (۲۹؍اپریل، بروز سوموار) انتقال کر گئے۔

☆ محترم عبدالغفار نکیانہ سیال صاحب (جھنگ) کی اہلیہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

☆ مدرسہ معمورہ، معاویہ نگر، (ضلع مظفر گڑھ) کے منتظم قاری عبدالرزاق ارشد صاحب کے نانا مرحوم اور نانی مرحومہ یکے بعد دیگرے گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ بابا برکت علی مرحوم (اوکاڑہ) حضرت امیر شریعت قدس سرہٗ کے قدیم اور مخلص ساتھی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ محترم حاجی غلام مصطفیٰ کی بیٹی اور حافظ محمد اکرم احرار صاحب (میراں پور، میلسی) کی عزیزہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

☆ حافظ رب نواز صاحب (مدرس، مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم، ملتان) کے ماموں گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

ادارہ ''نقیب ختم نبوت'' کے تمام ارکان مرحومین کی مغفرت کیلئے دعاء کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ایصال ثواب اور دعاء مغفرت فرمائیں۔ (ادارہ)

بخاری اکیڈمی کے سٹاک میں آنے والی نئی مفید کتب

سیدنا امیر معاویہؓ (شخصیت و کردار)

قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں

حکیم محمود احمد ظفر (قیمت: ۳۰۰ روپے)

خطبات سیرت (مکمل تین جلد)

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ کی سیرت النبیؐ پر تقاریر کا مجموعہ

(قیمت: ۲۵۰ روپے)

آزادی کی انقلابی تحریک

تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ ۴۲-۱۹۳۹ء

تحقیق: محمد عمر فاروق (قیمت: ۱۵۰ روپے)

احکام و مسائل

خطبات جمعہ، عیدین، نکاح، عقیقہ، نماز استسقاء اور قنوت نازلہ

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری علیہ الرحمۃ (قیمت: ۲۵۰ روپے)

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر (انڈیا ایڈیشن)

ایک نئے مطالعے کی روشنی میں

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مقدمہ: مولانا محمد منظور نعمانی

جامع الاسرار المعروف تحفۂ لاجواب

مطالب قرآن، سورتوں کی ترتیب نزول

مفتی محمد عبداللہ مسعود (قیمت: ۱۰۰ روپے)

سرگزشت مسکینؒ

ایک پاکباز، پیکر حریت اور بے باک شخصیت

غلام محمد خان نیازی (قیمت: ۱۵۰ روپے

قرآن حکیم انسائیکلوپیڈیا

قرآن حکیم سے متعلق مستند حوالوں کے ساتھ، سوالاً جواباً لکھی جانے والی مفصل کتاب

(ڈاکٹر ذوالفقار کاظم)

رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری

(قیمت: ۱۰۰ روپے)

فری میسنری (ایک اسلام دشمن یہودی تنظیم)

جناب بشیر احمد (قیمت: ۲۰۰ روپے)

مرزائیت نئے زاویوں سے

نبوت و رسالت، جھوٹ اور سچ کا فرق

مولانا محمد حنیف ندویؒ (قیمت: ۹۰ روپے)

محمد عربی ﷺ انسائیکلوپیڈیا

سوالاً جواباً لکھی جانے والی ضخیم کتاب

ڈاکٹر ذوالفقار کاظم (قیمت: ۳۳۰ روپے)

مولانا محمد علی جالندھریؒ (سوانح و افکار)

مقدمہ: مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

تالیف: مولانا سعد الرحمٰن علویؒ (قیمت: ۱۰۰ روپے)

اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

میں مسلمان کیسے ہوا؟ خالد محمود (سابق یوئیل کندن)

(قیمت: ۱۲۰ روپے)

انگریز کے باغی مسلمان

فرنگی استعمار سے بغاوت کرنے والی شخصیات کی داستان

(قیمت: ۱۳۰ روپے)

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون: ۰۶۱_۵۱۱۹۴۱

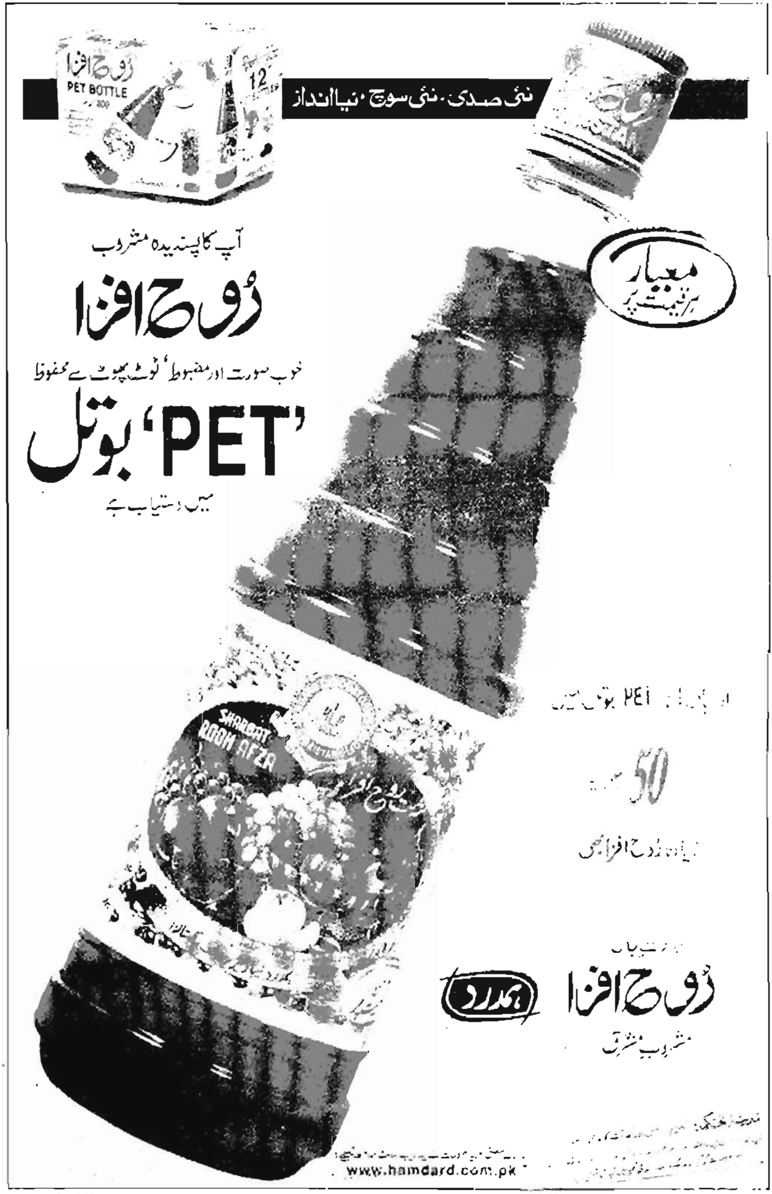

Adarts-HRA-5/2001

Monthly Multan
NAQEEB-E-KHATM-E-NUBUWWAT
Regd. M.No, 32 Ph:061-511961

چوبیسویں ۲۴ سالانہ یک روزہ

سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

جامع مسجد احرار چناب نگر | ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴۲۳ھ

زیر صدارت

ابنِ امیر شریعت، قائد احرار، حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

(امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

قائدین احرار بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ عقیدت و محبت پیش کریں گے

پروگرام: بعد نمازِ فجر: درس قرآنِ کریم ۱۰ بجے صبح تا ظہر: تقاریر

جلوس: حسبِ سابق بعد نمازِ ظہر سرخ پوشانِ احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماءِ احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے۔

شعبۂ نشر و اشاعت: مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر 04524-211523 ملتان: 061-511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253